خصوصی شمارہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

خانقاہِ یار علویہ کا نقیب مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہی

سہ ماہی پیامِ شعیب الاولیاء

براؤں شریف

جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۲۵ء

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا

احادیث نبوی سے طریقت تصوف اور احسان کا ثبوت ایک جائزہ

افق ہند پر روحانیت کا ماہ تاباں :

حضور شعیب الاولیاء

مدینہ منورہ سے براؤں مقدسہ تک

حضور شعیب الاولیاء اور ردِ بد مذہباں

حضرت امام حسین اور صبر و استقامت کی مکمل تفسیر

مفتی نظام الدین نوری کارناموں کے تناظر میں

حضور شعیب الاولیاء نور معرفت آئینہ زہد و طریقت

روحانی سرپرست

صاحب زہد و تقویٰ، عابد شب زندہ دار، صاحب فضل و کمال،
یادگار شعیب الاولیاء، جانشین مظہر شعیب الاولیاء،

حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ **غلام عبد القادر چشتی** علیہ رحمۃ اللہ

سابق نائب ناظم اعلیٰ دار العلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف

چیف ایڈیٹر

صاحبزادہ محمد افسر علوی قادری

یادگار

شیخ المشائخ حضور شعیب الاولیاء عاشق محبوب کبریا گل گلزار قادریت شمع شبستان چشتیت حضور سیدی الشاہ **مُحمّد یار علی** صاحب قبلہ قدلقدرضی المولیٰ عنہ براؤں شریف

پیر طریقت مجاہد سنیت سراپا خیر و برکت سلطان الاصفیاء سید الاتقیاء نقیب الاولیاء مظہر شعیب الاولیاء حضرت مولانا صوفی شاہ **مُحمّد صدیق احمد** صاحب قبلہ علوی قادری چشتی علیہ الرحمہ براؤں شریف

بشارۃ المشائخ کنز الکرامت دعائے محبوبی شہزادہ حضور شعیب الاولیاء برادر حضور مظہر شعیب الاولیاء مادرزاد ولی حضرت سیدی **احمد رضا عرف بابو میاں** علیہ الرحمہ براؤں شریف

روحانی سرپرست

صاحب زہد و تقویٰ، عابد شب زندہ دار، صاحب فضل و کمال، یادگار شعیب الاولیاء، جانشین مظہر شعیب الاولیاء، حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ

غلام عبدالقادر چشتی علیہ رحمۃُ اللہ

سابق نائب ناظم اعلیٰ دار العلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف

خانقاہ فیض الرسول یار علویہ کا دینی، علمی فکری، اصلاحی و روحانی مجلہ

سہ ماہی پیام شعیب الاولیاء

براؤں شریف

جلد نمبر (۴) — شمارہ نمبر (۱۵)

جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۲۵ء

مطابق: محرم الحرام، تا ربیع الاوّل ۱۴۴۷ھ

مجلس ادارت

مفتی واجد علی یار علوی صاحب
مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب
مفتی احمد رضا نظامی علیمی صاحب ممبئی
مولانا عبدالحفیظ علیمی صاحب ممبئی
مولانا عبدالمبین مصباحی بہرائچ شریف
مفتی شمیم رضا اویسی صاحب گھوسی
مفتی نوشاد عالم امجدی صاحب بہار
مولانا برکت اللہ فیضی صاحب
مولانا محمد افضل علیمی صاحب
مولانا سراج الدین علوی صاحب
مولانا محمد کلیم احمد علوی صاحب
مولانا محمد جمیل علوی صاحب بہرائچ
مولانا محمد ریحان رضا قادری امجدی
مفتی عبداللطیف برہان پور ایم پی

مجلس مشاورت

صاجزادہ محمد احمد علوی۔۔۔۔
صاجزادہ محمد یوسف علوی۔۔۔
صاجزادہ علی مرتضیٰ علوی۔۔۔
صاجزادہ علی احمد علوی
صاجزادہ ڈاکٹر غلام حسنین علوی
سید محمد ثاقب صاحب۔۔
پیر اشرف الجیلانی شمیم بھیا۔
مولانا سید کاظم الرحمن صاحب۔۔
حافظ و قاری سید ابرار حسین بلرامپور
مولانا شبیر الٰہی قادری۔۔۔۔
مولانا بدر الدین احمد مصباحی۔
مولانا سعود رضا امجدی سیوانی۔
مفتی عارف رضا امجدی گرھوا۔
مولانا انیس الرحمن بہرائچ شریف
مولانا ریحان رضا اشرفی۔۔۔
حافظ محمد صدام حسین رضوی باتھوی
مولانا محبوب احمد فیضی نیپال۔
حافظ و قاری عبداللطیف رضوی
واجد علی قادری یار علوی۔۔۔

چیف ایڈیٹر: صاجزادہ محمد افسر علوی قادری 7081182040

ایڈیٹر: محمد قمر انجم قادری فیضی 6393021704

نائب ایڈیٹر: محمد نعیم امجدی اسمٰعیلی 9984896902

مدیران اعزازی: عمران علی یار علوی، عبدالقادر مصباحی جامعی

معاونین ایڈیٹر: شاہد رضا امجدی جامعی، نازش المدنی مرادآبادی

مشیر اعلی: کمال احمد علیمی نظامی

Quarterly

قیمت فی شمارہ: 50 روپے : سالانہ ممبری فیس 200 روپے

سالانہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک: 350 : اعزازی ممبرشپ: 1100

THE PAYAM-E- SHUAIBUL AULIA

Village & Post. Baraon Shareef,
Distt. Siddharth Nagar, U.P.
India Pin 272153

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
صاجزادہ محمد ارشد علوی قادری
مینیجر سہ ماہی پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر یوپی انڈیا
708 118 2040
956 552 5306
786 003 8638

E-Mail. Payameshuaibulauliya@gmail.com
https://www.payameshuaibulauliya.com

صاجزادہ محمد اظہر علوی قادری نے علوی گرافکس رسول پور سے چھپوا کر دفتر سہ ماہی پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف سے شائع کیا۔

خصوصی ضمیمہ سہ ماہی پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف،شمارہ نمبر 15 محرم الحرام تا ربیع الاول شریف

شمارہ نمبر	کالمز	عناوین	قلم کار	صفحات
1	اداریہ	صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا	صاحبزادہ محمد افسر علوی قادری چشتی	۱
2	انوار قرآن	شہید کا مقام قرآن پاک کی روشنی میں	مولانا محمد پرویز عالم فیضی	۴
3	گلدستۂ حدیث	احادیث نبوی سے طریقت تصوف اور احسان کا ثبوت ایک جائزہ:	ایڈیٹر کے قلم سے	۸
4	یا علویہ دار الافتاء	پیک بننے والے اور سہارا بینک میں ایجنٹی کرنے والے کی امامت کا حکم:	تاج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری علیمی	۱۳
5	ماہ رواں:	ماہ محرم الحرام اور یوم عاشورہ کی تاریخ وفضیلت	مولانا تحسین رضا نوری ثقافی	۱۶
6	عصر حاضر:	حالات حاضرہ اور ہم	محمد جنید رضا شیرانی آباد	۱۹
7	فکر امروز:	پنی شش جہات ناکامی کی وجہ بطور ظالم ومظلوم ہم خود ہیں	علامہ عبد الحفیظ علیمی صاحب	۲۱
8	نقوش رفتگاں :	افق ہند پر روحانیت کا ماہ تاباں : حضور شعیب الاولیاء	مولانا محمد اشفاق عالم امجدی علیمی	۲۴
9	تاریخ بزرگاں :	حضور شعیب الاولیاء اور براؤں شریف	مولانا سمیر احمد فیضی ازہری	۳۶
10	شخصیات:	مدینہ منورہ سے براؤں مقدسہ تک	صاحبزادہ محمد افسر علوی قادری مدظلہ العالی	۳۹
11	اصلاح معاشرہ :	حضور شعیب الاولیاء اور رد بدمذہباں	مفتی وصی احمد علوی قادری	۴۴
12	تحقیقات:	حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار ایک تحقیقی جائزہ	حسنین رضا علیمی جامعی گوونڈی ممبئی	۵۰
13	صبر واستقامت:	حضرت امام حسین اور صبر واستقامت کی مکمل تفسیر	علامہ محمد عارف القادری واحدی	۵۶
14	شخص وعکس:	مفتی نظام الدین نوری کارناموں کے تناظر میں	مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی	۶۱
15	حیات وخدمات:	علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی ملت اسلامیہ کے ایک نابغہ روزگار شخصیت	مفتی عبد الطیف رضوی علیمی	۶۶
16	سیرت وسوانح	سیدنا شیخ صدر الدین عارف باللہ سہرودی ملتانی	سید محمد نذیر میاں نذیر الہاشمی	۶۸
17	ادبیات:	لطائف اشرفی میں درج ایک روایت کا علمی جائزہ	علامہ طفیل احمد مصباحی صاحب	۷۷
18	جرات اظہار:	محرم الحرام میں ہونے والے رسومات کا جائزہ	مولانا سفیان حنفی مصباحی	۸۲
19	نقوش افکار:	حضور شعیب الاولیاء نور معرفت آئینہ زہد وطریقت	مولانا شمیم احمد نوری مصباحی	۸۶
20	سوانح بزرگاں:	حضور شعیب اولیاء کے عکس جمیل مظہر شعیب الاولیاء حضور خلیفہ صاحب قبلہ	علامہ اسلام الدین احمد انجم فیضی	۸۸
21	گوشہ خواتین:	حضور شعیب الاولیاء کی اہلیہ بڑی حجن صاحبہ	مفتی محمد شعیب رضا نظامی فیضی	۹۰
22	تعقبات:	علم غیب ذاتی کی نفی کو عطائی سے تعبیر ایک احمقانہ چال	مولانا محمد ارشد رضا امجدی فیضی	۹۵
23	.	شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ ہادی محبت وعرفان :	عارف ابن عبد اللہ	۹۹
24	ذہنی آزمائش:	سوال وجواب	صاحبزادہ محمد ارشد علوی قادری چشتی	۱۰۰
25	نعت ومناقب			۱۰۳
26	تاءثرات:			

از : صاحبزادہ محمد افسر علوی قادری چشتی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ یارعلویہ و چیف ایڈیٹر مجلہ پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف

قارئین کرام : جب آپ یہ رسالہ پڑھ رہے ہوں گے تو ماہ ربیع الاول اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ،اپنی رحمتوں برکتوں فضیلتوں، سعادتوں کے ساتھ ہمارے درمیان جلوہ فگن ہو چکا ہوگا، ماہ ربیع الاول کی آمد آمد تمام مسلمانان عالم کے لئے مژدہ جانفزا ہے، یہ مہینہ تمام مہینوں سے برتر و بالا ہے، مخلوقات عالم پر اللہ تعالیٰ کی انعامات و اکرامات کا شمار بلا تمثیل اسی طرح محال ہے جس طرح سورج کی روشنی میں ستاروں کی تعداد جاننا، مگر اللہ رب العزت نے سب سے عظیم ترین احسان بالخصوص عالم انسانیت پر اور بالعموم پوری کائنات پر جو فرمایا وہ اپنے محبوب رب العالمین رحمۃ للعالمین، خیر الخلق اور اشرف الناس حضور سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرما کر فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت نے ربیع الاول (موسم بہار) میں لوگوں کی اور عالم انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لئے دنیا میں بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد "بہار در بہار" کی مصداق ہے، ایک تو زمانہ بہار کا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد بھی حسین بہار ہے ۔ حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

بارہ ربیع الاول تیری جھلک کے صدقے
چمکا دیا نصیبہ صبح شب ولادت

تقریباً چودہ سو برس پہلے عرب کے ریگستانوں میں ایسی پرسکون بادِ بہار آئی کہ جس سے چہار سو پھیلی ظلمت کی گھٹائیں چھٹ گئیں، ہر سمت چھائی گھٹائیں مٹ گئیں، ہر ذرے پر نور برسنے لگا اشجار سرسبز و شاداب ہوئے اور زمین بھی شاداب ہوئی ،فضائیں مہکنے لگیں اور ہوائیں جھومنے لگیں ،کیوں کہ اس بہار میں شہنشاہِ اعظم، وجہ تخلیق آدم، کائنات کے سردار، زمینوں و آسماں کے سرتاج اور وہ ہستی تشریف لا رہی تھی جس کے ثنا خواں زمین پر پتھر اور آسمان پر تارے تھے، جس کا فلک کو روز اول سے انتظار رہا تھا۔

زمین و زماں تمہارے لئے
مکین و مکاں تمہارے لئے
چنیں و چنیں تمہارے لئے
بنے دو جہاں تمہارے لئے

زمانے کی گردش جب بھی ماہ ربیع الاول کا ہلال دکھاتی ہے تو مسلمانان عالم کے دلوں میں عشق رسول کی لہریں موج زن ہو جایا کرتی ہیں اور ایمان یک دم تازہ ہو جاتا ہے۔ ربیع الاول کی آمد ہر سال تجدید عہد وفا و سنت کا پیام دیتی اور سناتی ہے، اس ماہ کا حق تو یہ ہے کہ اس میں کوئی خلافِ سنت کام نہ ہو، جو دین ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم لائے اس کے خلاف کوئی عمل نہ ہو۔ مگر افسوس ہے ان احسان فراموش انسانوں پر، جنھوں نے سب کچھ بھلا دیا، جہالت کے جس گھٹا ٹوپ اندھیرے سے اس کریم ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا تھا آج اسی گڑھے میں کودنے کو

دوڑ رہے ہیں، ظلم در ظلم یہ مسلمان حبیبِ خدا کو ناراض کر کے بھی ان کی شفاعت کا امیدوار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن ہدایت اور عمدہ شریعت لے کر آئے ،وہ ایک ایسی مبارک ملت لائے جس کی راتیں پر امن اور دن پر نور ہوتے ہیں۔ ہادی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وہ راہ دکھلائی جس پر چل کر انسان دونوں جہاں میں کامیاب ہوتا ہے اور جس سے دلوں کا بگاڑ ختم ہو جاتا ہے، انسان رحمن کو پہچان لیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف راہ نمائی کی۔۔۔

ربیع الاول کا تعارف :

قارئین کرام :

ربیع الاول اسلامی سال کا تیسرا قمری مہینہ ہے۔ "ربیع" عربی میں موسمِ بہار کو کہا جاتا ہے، اور اوّل کے معنی ہیں : پہلا، تو ربیع الاول کے معنی ہوئے : پہلا موسم بہار۔ موسم بہار دو زمانوں پر مشتمل ہوتا ہے : ایک تو اس کا ابتدائی زمانہ، جس میں کلیاں اور پھول کھلتے ہیں، اور دوسرا وہ زمانہ جب پھل پک جاتے ہیں، پہلے زمانے کو ربیع الاوّل یعنی پہلا موسمِ بہار، جبکہ دوسرے زمانے کو ربیع الثانی یعنی دوسرا موسم بہار کہا جاتا ہے۔ جب ان مہینوں کے یہ نام رکھے جا رہے تھے تو اس وقت بہار کے یہی موسم تھے، اور پھر بعد میں ان مہینوں کے یہی نام پڑ گئے۔ اس مبارک مہینے میں سرورِ دو عالم حضور اقدس رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور یہ مقام کسی اور مہینے کو حاصل نہیں، اسی لیے جب آپ ﷺ سے پیر کے دن روزے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے اس کی فضیلت کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس دن میں پیدا ہوا، جب پیر کے دن روزہ کو حضور ﷺ کی ولادت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے، تو ماہ ربیع الاوّل کو بھی آپ ﷺ کی ولادت کا مہینہ ہونے کی خاص حیثیت کے اعتبار سے سال بھر کے تمام مہینوں پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے، بلکہ روحِ ایمان ہے۔ آپ کی ولادت، آپ کا بچپن، آپ کا شباب، آپ کی بعثت، آپ کی دعوت، آپ کا جہاد، آپ کی عبادت و نماز، آپ کے اخلاق، آپ کی صورت وسیرت، آپ کا زہد وتقوی، آپ کی صلح وجنگ، رحمت وشفقت، تبسم ومسکراہٹ، آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، الغرض آپ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت وسکون امت کے لیے اسوہ حسنہ اور اکسیر ہدایت ہے اور اس کا سیکھنا سکھانا، اس کا مذاکرہ کرنا اور دعوت دینا امت کا فرض ہے۔

سیرت طیبہ بیان کرنے کے طریقے :

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو بیان کرنے کے دو طریقے ہیں: پہلا طریقہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ایک ایک نقشے کو اپنی زندگی کے ظاہر و باطن پر اس طرح آویزاں کیا جائے کہ آپ ﷺ کے ہر امتی کی صورت وسیرت، چال ڈھال، رفتار وگفتار، اخلاق وکردار آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی تصویر بن جائے اور دیکھنے والے کو نظر آئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا غلام ہے

دوسرا طریقہ :

جہاں بھی موقع ملے آپ ﷺ کے ذکر خیر سے ہر مجلس ومحفل کو معطر کیا جائے۔ آپ ﷺ کے فضائل وکمالات اور آپ ﷺ کے

بابرکت اعمال اور طریقوں کا تذکرہ کیا جائے۔سلف صالحین، صحابہ کرام وتابعین اور ائمہ کرام ان دونوں طریقوں پر عمل کرتے تھے۔وہ آپ ﷺ کی ایک ایک سنت کو اپنے عمل سے زندہ کرتے تھے اور ہر محفل ومجلس میں بھی آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ کرتے تھے۔نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک انسان کی عظیم ترین سعادت ہے اور اس روئے زمین پر کسی بھی ہستی کا تذکرہ اتنا باعث اجر وثواب اتنا باعث خیر وبرکت نہیں ہوسکتا جتنا سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کا تذکرہ ہے۔لیکن اس کے ساتھ ایک غلطی یہ ہے کہ ہم نے سرکارِ دوعالم ﷺ کا ذکر مبارک صرف ایک مہینہ یعنی ربیع الاوّل کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور ربیع الاوّل کے بھی صرف ایک دن اور ایک دن میں بھی صرف چند گھنٹے نبی کریم ﷺ کا ذکر کر کے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے محبت کا حق ادا کر دیا ہے، یہ حضورِ اقدس ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے ساتھ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس سے بڑا ظلم سیرتِ طیبہ کے ساتھ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔اسلام رسمی مظاہروں کا دین نہیں ہے: بات درحقیقت یہ تھی کہ رسمی مظاہرہ کرنا صحابہ کرام کی عادت نہ تھی وہ اس کی روح کو اپنائے ہوئے تھے۔حضورِ اقدس ﷺ اس دنیا میں کیوں تشریف لائے تھے؟ آپ ﷺ کا پیغام کیا تھا؟ آپ ﷺ کی کیا تعلیم تھی؟ آپ ﷺ دنیا میں سے کیا چاہتے تھے؟ اس کام کیلئے انہوں نے اپنی ساری زندگی کو وقف کر دیا۔

خلاصہ کلام: اصل ربیع الاوّل اس کا ہے، جو رات دن ہر وقت حضور ﷺ کو یاد رکھتا ہے، سال میں ایک مہینے کے لیے نہیں، ایک دن کے لیے نہیں، بارہ ربیع الاوّل کے لیے نہیں، جس کی ہر سانس بارہ ربیع الاوّل ہے، جو اللہ کے نبی کی سنت پر زندہ رہتا ہے، ہر سانس میں سوچتا ہے اور اہلِ علم سے پوچھتا ہے کہ یہ خوشی کیسے مناوں؟ شادی کیسے ہو؟ غمی کیسے ہو؟ ساری سنتیں پوچھتا ہے اور سنت پوچھ کر سنت کے مطابق خوشی اور غمی کی تقریبات کرتا ہے، تو جس کی ہر سانس سرورِ عالم ﷺ کی سنت پر فدا ہو، اس کی ہر سانس بارہ ربیع الاوّل ہے۔جو شخص آپ کی سنت پر عمل کر رہا ہے اس کا روزانہ بارہ ربیع الاوّل ہے، کیونکہ آپ کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد یہی ہے کہ امت مسلمہ آپ کے نقشِ قدم کی اتباع کرے، کیونکہ

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

مخلوقِ خدا کی خدمت:

محتاجوں، غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کی مدد، معاونت، حاجت روائی اور دلجوئی کرنا دین اسلام کا بنیادی درس ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کے کام میں (مدد کرتا) رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کے کام میں مدد کرتا رہتا ہے۔انسانیت کی مدد اور ان کے کام آنا نبی کریم ﷺ کے اخلاق کی روشن تعلیمات میں سے ہے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

انوار قرآن

شہید کا مقام قرآن کی روشنی میں

مولانا محمد پرویز عالم قادری فیضی
(بی اے، ایم اے، بی ایڈ) سدھارتھ نگر

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ(169)

ترجمہ : کنزالایماناور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں:

تفسیر :صراط الجنان:{وَ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا :اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا۔}

شانِ نزول : اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہداء احد کے حق میں نازل ہوئی۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ”جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرمائے،وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں،جنتی میوے کھاتے ہیں،سونے کی ان قندیلوں میں رہتے ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔جب ان شہداء کرام نے کھانے، پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ پیچھے دنیا میں رہ جانے والے ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تا کہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا : میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔پس یہ آیت نازل فرمائی۔(ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی فضل الشہادۃ، ۳ / ۲۲، الحدیث : ۲۵۲۰)

شہداء کی شان : اس سے ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔یہاں آیت میں شہداء کی کئی شانیں بیان ہوئی ہیں : فرمایا کہ وہ کامل زندگی والے ہیں،وہ اللہ عزوجل کے پاس ہیں،انہیں رب کریم کی طرف سے روزی ملتی رہتی ہے،وہ بہت خوش باش ہیں۔شہداء کرام زندوں کی طرح کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔آیتِ مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ شہیدوں کے روح اور جسم دونوں زندہ ہیں۔علماء نے فرمایا کہ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں، مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اور اس کے بعد اس بات کا بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر کبھی شہداء کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تر و تازہ پائے گئے۔(خازن اٰل عمران،تحت الآیۃ ۱۶۹ : ۱/ ۳۲۳)وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّ لٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ(154)(سورۃ القبرا :آیت 286)

ترجمہ : کنزالایمان:اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔۔

تفسیر :صراط الجنان :{وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ

يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ : اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔} صبر کے ذکر کے بعد اب صبر کرنے والوں کی ایک عظیم قسم یعنی شہیدوں کا بیان کیا جارہا ہے۔ یہ آیت کریمہ شہداء کے حق میں نازل ہوئی۔ بعض لوگ شہداء کی شہادت پر افسوس کرتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ لوگ شہید ہو کر نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ تب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ ۱۵۴ : ۱/۱۰۳) جس میں فرمایا گیا کہ انہوں نے فانی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر کے دائمی زندگی حاصل کرلی ہے۔

شہداء کے فضائل : اس آیت میں شہداء کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے، نہ زبان سے انہیں مردہ کہنے کی اجازت ہے اور نہ دل میں انہیں مردہ سمجھنے کی اجازت ہے، جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمانِ باری تعالیٰ ہے: وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (ال عمران:۱۶۹)

ترجمۂ کنزُ العرفان : اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

موت کے بعد اللہ تعالیٰ شہداء کو زندگی عطا فرماتا ہے، ان کی ارواح پر رزق پیش کیا جاتا ہے، انہیں راحتیں دی جاتی ہیں، ان کے عمل جاری رہتے ہیں، ان کا اجروثواب بڑھتا رہتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے بدن میں جنت کی سیر کرتی اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔(شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان، ۷/ ۱۱۵، الحدیث ۹۶۸۶ :)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ’’اہلِ جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا : اے ابنِ آدم! تو نے اپنی منزل و مقام کو کیسا پایا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب!، بہت اچھی منزل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ’’تو مانگ اور کوئی تمنا کر۔ وہ عرض کرے گا : میں تجھ سے اتنا سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے دنیا کی طرف لوٹا دے اور میں دس مرتبہ تیری راہ میں شہید کیا جاوں۔ (وہ یہ سوال اس لئے کرے گا) کہ اس نے شہادت کی فضیلت ملاحظہ کرلی ہوگی۔ (سنن نسائی، کتاب الجہاد، ما یتمنی اہل الجنۃ، ص ۵۱۴، الحدیث ۳۱۵۷ :)

شہید کی تعریف اور اس کے احکام :

شہید وہ مسلمان، مُکَلَّف، طاہر ہے جو تیز ہتھیار سے ظلماً مارا گیا ہو اور اس کے قتل سے مال بھی واجب نہ ہوا ہو یا معرکہ جنگ میں مردہ یا زخمی پایا گیا اور اس نے کچھ آسائش نہ پائی۔ اس پر دنیا میں یہ احکام ہیں کہ نہ اس کو غسل دیا جائے نہ کفن، اسے اس کے کپڑوں میں ہی رکھا جائے، اسی طرح اس پر نماز پڑھی جائے اور اسی حالت میں دفن کیا جائے۔ (بہارِ شریعت، شہید کا بیان، ۱/۸۶۰)

بعض شہداء وہ ہیں کہ ان پر دنیا کے یہ احکام تو جاری نہیں ہوتے لیکن آخرت میں ان کے لیے شہادت کا درجہ ہے جیسے

ڈوب کر یا جل کر یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا طلب علم اور سفر حج غرض راہ خدا میں مرنے والا یہ سب شہید ہیں۔ حدیثوں میں ایسے شہداء کی تعداد چالیس سے زائد ہے۔ مکمل تفصیل کیلئے بہار شریعت حصہ چہارم ملاحظہ فرمائیں۔

{وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ: لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔} یعنی یہ بات تو قطعی ہے کہ شہداء زندہ ہیں لیکن ان کی حیات کیسی ہے اس کا ہمیں شعور نہیں اسی لئے ان پر شرعی احکام عام میت کی طرح ہی جاری ہوتے ہیں جیسے قبر، دفن، تقسیم میراث، ان کی بیویوں کا عدت گزارنا، عدت کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرسکنا وغیرہ۔

شہید، اس پاکیزہ روح کا مالک ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے کلمے کو سر بلند کرنے کے لیے اپنے آپ کو قربان کیا۔ شہادت ایک ایسا اعزاز ہے جو صرف وہی حاصل کرسکتا ہے جس کے دل میں ایمان ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شہید کو بے شمار اعزازات سے نوازا ہے۔ قرآن پاک میں اس بات پر تاکید کی گئی ہے کہ شہید کبھی نہیں مرتا، بلکہ وہ تاابد زندہ رہتا ہے وہ اپنے پروردگار کا مقرب ہے، اسے اپنے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے، وہ جنت کی ابدی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے، قرآن وسنت میں شہید کے مقام و مرتبے کے حوالے سے جو ارشادات ملتے ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ اسلام میں شہید کی عظمت اور شہادت کا مقام و مرتبہ انتہائی بلند ہے،

”سورۃ النساء“ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہدائے کرام کو ان لوگوں کے ساتھ بیان کیا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل وکرم اور انعام واکرام فرمایا اور انہیں صراطِ مستقیم اور سیدھے راستے کا معیار وکسوٹی قرار دیا ہے۔

شہادت کا یہ عظیم رتبہ اور مقام قسمت والوں کو ہی ملتا ہے اور وہی خوش قسمت اسے پاتے ہیں جن کے مقدر میں ہمیشہ کی کامیابی لکھی ہوتی ہے شہادت کا مقام نبوت کے مقام سے تیسرے درجے پر ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: " وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا " [النساء 69 :] ” جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی (ایمان اور صدقِ دل کے ساتھ) اطاعت کرتا ہے، پس وہ (روزِ قیامت) ان لوگوں کے ساتھ ہوگا، جن پر اللہ تعالیٰ نے (اپنا خاص) انعام فرمایا ہے، جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کتنے بہترین ساتھی ہیں“۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : جو شخص بھی جنت میں داخل ہوتا ہے وہ پسند نہیں کرتا کہ دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جائے اور اسے دنیا کی ہر چیز دے دی جائے، مگر شہید (اس کا معاملہ یہ ہے) کہ وہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ واپس لوٹ جائے اور دس مرتبہ قتل کیا جائے۔ (راہ خدا میں بار بار شہید کیا جائے) [صحیح بخاری، صحیح مسلم]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوئے اور اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے، وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون کا فوارہ بہہ رہا ہوگا، رنگ خون کا اور خوشبو کستوری کی۔ [صحیح بخاری ومسلم]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندے قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے ان سے خون بہہ رہا ہوگا وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے پوچھا جائے گا یہ کون ہیں۔

جواب ملے گا یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا : بے شک اللہ کے یہاں شہید کے لئے سات (7) کرامتیں ہیں۔ پہلی بار اسکے بدن سے خون نکلتے ہی اسکی بخشش فرمادی جاتی ہے، جنت میں وہ اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے، ایمان کے زیور سے آراستہ کردیا جاتا ہے، حوروں سے اسکی شادی کردی جاتی ہے، عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے، قیامت کی ہولناکیوں سے مامون رکھا جاتا ہے، اسکے سر پر یاقوت کا تاج عزت رکھا جاتا ہے جو دنیا و مافیھا سے بہتر ہوتا ہے بَہتّر حوروں سے شادی کردی جاتی ہے اسکے اقربا سے ستر شخصوں کے حق میں اسے شفیع بنایا جائے گا۔ [سنن الترمزی]

اللہ عزوجل کی راہ میں شہید ہونا جنت میں لے جانے والے اعمال میں سے ایک بہت اعلیٰ اور اطمینان بخش عمل صالح ہے، اور اگر شہید کی قربانی نہ ہوتی تو حق کی آواز بلند نہ ہوتی اور وطن کا پرچم بلند نہ ہوتا۔ شہید قوموں کی عزت وقار پیدا کرتا ہے اور قوموں کو عروج و سربلندی پر پہنچاتا ہے۔ شہید کا ہم سب پر نا قابل تنسیخ حق ہے۔ اس کے ساتھ وفادار رہنا اور اسے اپنے تمام لمحات میں ہمیشہ یاد رکھنا ہے۔ شہداء صرف نمبر یا نام نہیں ہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے سچے واقعات ہیں شہداء کرام ہر قسم کی عزت اور وقار کا مستحق ہیں۔

کربلا والے

وفادار مہ طیبہ سراپا کربلا والے
بڑے ہی ذی حشم ہیں عالی رتبہ کربلا والے

ہوا یہ آشکارا "لا تقولوا" والی آیت سے
یزیدی مرگئے لیکن ہیں زندہ کربلا والے

رہیں گے سرخرو سارے زمانے میں قیامت تک
کیے ہیں کام کچھ ایسا انوکھا کربلا والے

پلاتے ہیں عقیدت سے جو ان کے نام پر شربت
انہیں پلوائیں گے کوثر کا بادہ کربلا والے

زمیں اپنا کلیجہ چیر کر پانی بہا دیتی
اگر کردیتے اک ادنیٰ اشارہ کربلا والے

لہو دے کر کیے ہیں گلشن اسلام کو زندہ
نہیں ہونے دئیے دیں کا تماشہ کربلا والے

تمہاری استقامت سے شجاعت سے شہادت سے
گڑا اسلام کا ہر سو ہے جھنڈا کربلا والے

محافظ ہیں یہاں جیسے ہمارے ایسے ہی کل بھی
ہمیں محشر کے دن دیں گے سہارا کربلا والے

ہمیں گھیریں گے کیونکر گردشِ ایام کے بادل
ہمارے جب ہیں ماوا اور ملجا کربلا والے

ہمارے راستے سے دم دبائے رنج وغم بھاگے
تمہارا جب دیا ہم نے حوالہ کربلا والے

خدا کی راہ میں ہنستے ہوئے قربان ہونے کا
متینی دے گئے ہیں ہم کو جذبہ کربلا والے

ازقلم۔۔۔شاداب متینی علیمی سدھارتھ نگر یمقیم حال واپی گجرات

گلدستہ حدیث

احادیث نبوی ﷺ سے طریقت، تصوف اور احسان کا ثبوت ایک جائزہ

مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے۔ دین اسلام میں موجود احکام الٰہی کی مکمل پیروی سے ہی حقیقی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ دین اسلام میں موجود احکامات کی ظاہری شکل کو شریعت کہتے ہیں جبکہ اس کے باطنی احوال، لذات اور کیفیات کو طریقت، تصوف اور احسان کہتے ہیں۔ شریعت اور طریقت دونوں کا علم اور عمل ہی دین اسلام کی مکمل اتباع کہلاتا ہے۔

دین اسلام کے احکامات کی رہنمائی قرآن کریم، احادیث نبوی ﷺ اور علماء ومشائخ کی زندگی اور تعلیمات میں موجود ہیں۔ ذیل میں احادیث نبوی ﷺ ذکر کی جاتی ہیں جن سے طریقت، تصوف اور احسان (صوفی ازم) کی دین اسلام میں اہمیت و موجودگی ثابت ہوتی ہے۔

احادیث نبوی ﷺ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث مبارکہ (1)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے پوچھا ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لائے۔ پوچھا گیا اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور کسی کے ساتھ اس کو شریک نہ کرے اور نماز قائم کرے اور فرض زکوۃ ادا کرے اور رمضان مبارک کے روزے رکھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ کی عبادت کرے کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو خدا کو نہیں دیکھ رہا تو خدا تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ (صحیح بخاری ۱:۲)

حدیث مبارکہ میں درج ذیل تین چیزوں کا ذکر ہے۔ ایمان، اسلام اور احسان حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے احسان سے مراد تصوف و طریقت ہی لیا ہے۔

حدیث مبارکہ (2)

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو اقسام کے علوم سیکھے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرے کو ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے گا۔ بخاری شریف کتاب علم۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ حدیث مذکورہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ پہلی قسم سے مراد احکام اور اخلاق کا علم ہے وہ عام و خاص سب کے لیے ہے اور دوسری قسم علم اسرار ہے جو غیروں کی تاریکی سے محفوظ کیا گیا ہے جو ان کی عقل و سمجھ میں نہیں آسکتا وہ خاص حصہ ہے علماء ربانی کا، جو اہل عرفان میں سے ہیں (اشعۃ

اللمعات جلد اول صفحہ ۱۷۷)

حضرت محدث ملا علی قاری بھی حدیث مذکورہ کی شرح میں فرماتے ہیں پس ان دونوں علوم میں سے ایک علم ظاہر ہے جو کہ احکام و اخلاق کا علم ہے جو میں نے تم کو واضح کیا اور دوسری قسم کا علم جو علم باطنی ہے اگر اس کی تفصیل بیان کروں تو میرا حلق کاٹ دیا جائے گا۔ (بخاری و مرقات شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ 313)

حدیث مبارکہ (3)

علامہ عبد الوہاب شعران علم باطن کے ثبوت اور تجلیات ربانیہ کے ورود پر استدلال کرتے ہوئے حدیث مبارکہ بیان فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس لوگ آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنے اندر ایسی چیزیں (اسرار) پاتے ہیں کہ ہم ان میں سے کسی ایک پر تکلم کرنا مشکل پاتے ہیں تو نبی پاک ﷺ نے پوچھا کیا آپ نے یہ چیزیں پالیں؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ صریح ایمان ہے اور ان کا سوال معارف الٰہیہ کے متعلق تھا کہ ان کے بارے میں بات کرنے سے کفر واقع ہونے کا خوف ہوتا ہے۔

کیا تصوف الگ سے کوئی دین ہے؟

آخر درست کیا ہے؟

کیا تصوف الگ سے کوئی دین ہے؟

مسلمانوں میں صوفیاء کرام سے محبت ہمیشہ سے چلی آرہی ہے۔ صوفیاء کو دوسرے الفاظ میں صالحین یعنی نیکیوں کے شائق اور عامل کہہ سکتے ہیں۔ صوفیاء کرام جس طرزِ عمل کو اختیار کرتے ہیں، اسے اصطلاح میں تصوف کہا جاتا ہے اور علمی طور پر اسے علمِ تصوف سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مفسرین و محدثین و مجددین و علماء و فقہاء کی سیرتوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ صوفیاء کرام کا بہت اکرام کرتے اور تصوف سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اپنی علمی تصنیفات میں کتبِ تصوف کا حوالہ دینا، صوفیاء کرام کے اقوال لکھنا اور دین کے معیاری عمل کی مثالیں پیش کرنے کے لئے اہلِ تصوف کے احوال و واقعات نقل کرنا ہمیشہ سے اکابر علمائے اسلام کا معمول رہا ہے۔ اس سب کے باوجود، دورِ جدید میں قرآن و حدیث کا ناقص فہم رکھنے والے بعض لوگ تصوف کا کلیتاً انکار کرتے ہوئے یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ تصوف تو دین اسلام سے الگ اور اس کے مدمقابل دوسرا دین ہے۔

اس منفی طرزِ فکر اور ناقص ترین فہمِ دین پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

بہرحال اہلِ دانش کے لئے کچھ وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف اسی طرح ایک علم ہے جیسے علم تفسیر، علم حدیث اور علمِ فقہ وغیرہا۔ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں علم تفسیر کے نام سے کوئی علم نہیں تھا، قرآن مجید تھا، اور نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث تھیں۔

صحابہ کرام نے قرآن سمجھنا ہوتا، تو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سمجھ لیتے تھے، یہ نہیں تھا کہ جداگانہ علم تفسیر اور اصولِ تفسیر کو سامنے رکھ کر تدبرِ قرآن کرتے۔ اسی طرح زمانۂ رسالت میں

احادیثِ مبارکہ تو موجود تھیں لیکن اصولِ حدیث، فنِ حدیث یا علمِ حدیث نام کا کوئی جدا علم نہیں تھا۔

اسی طرح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، حلال وحرام وغیرہ کے شرعی مسائل تو تھے لیکن علمِ فقہ یا علمِ اصولِ فقہ کے نام سے کوئی علم نہیں تھا۔ لوگوں کو جو مسائل پیش آتے، وہ نبیٔ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یا اکابر صحابۂ کرام رضی اللہُ عنہم سے پوچھ کر عمل کر لیتے۔ مذکورِ بالا علوم باقاعدہ مدوّن ومنضبط نہیں تھے، بلکہ زمانۂ صحابہ کے بعد معرضِ تحریر میں آئے اور پوری امّت کے درمیان مقبول ہوئے۔ پھر ہر علم کے ماہرین تیار ہوئے۔ علمِ تفسیر کے اپنے ماہرین حضرت قتادہ، عکرمہ، طبری علیہم الرحمۃ، علمِ حدیث کے اپنے ماہرین جیسے امام بخاری، امام مالک، امام احمد، امام مسلم علیہم الرحمۃ۔ علمِ فقہ کے اپنے ماہرین ہیں جیسے امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد علیہم الرحمۃ۔

یہی معاملہ علمِ تصوف کا ہے۔ علمِ تصوف بھی اسی طرح ایک علم ہے کہ قرآن وحدیث کے علوم کو جس طرح مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا کہ وہ علم جس میں کلام اللہ یعنی قرآن مجید کے الفاظ، معانی اور اس کے متعلق کلام ہو، اسے علم تفسیر کہا گیا، یونہی جس علم میں رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعمال واقوال وسکوت کا بیان ہو، وہ علم حدیث ہوگیا اور اس کے قواعد وضوابط کا علم علمِ اصولِ حدیث قرار پایا۔ یونہی جس علم میں یہ بیان ہے کہ آدمی نماز کیسے پڑھے؟ کیا چیز حلال ہے؟ کیا چیز حرام ہے؟ اس طرح کے تمام امور کے علم کو علمِ فِقہ کا نام دیا گیا۔

اسی طریقے سے قرآن مجید اور احادیثِ طیبہ کا ایک بڑا حصہ وہ ہے جس کا تعلق قلبی اعمال واحوال سے ہے جیسے اخلاص، صبر، شکر، توکل، قناعت، زہد، فکرِ آخرت، محبت اِلٰہی، تسلیم ورضا یعنی اللہ کی رضا کو ہر شے پر فوقیت دینا اور اس کی مشیت پر راضی رہنا۔ یہ تمام وہ اوصاف ہیں جنہیں قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے۔ ان اوصاف کے برعکس کچھ دوسرے قلبی اعمال ہیں جنہیں رذائل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے ریاکاری، بے صبری، تنگ دلی، ناشکری، ترکِ توکل، محبتِ دنیا، آخرت سے غفلت، تکبر، حسد، بغض وغیرہا۔ ان سب کی مذمت بھی قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

پہلی قسم کے اعمال کا حصول اور دوسری قسم کے اعمال سے اجتناب شریعت کا مطلوب ہے اور ان امور پر ضمنی طور پر تو کتبِ تفسیر وشروحِ حدیث میں کلام کیا جاتا ہے لیکن ان علوم میں مفصل نہیں۔ لہٰذا جس طرح مسلمانوں کی سہولت کے لئے فقہِ ظاہر کے احکام کو جداگانہ علمِ فقہ میں بیان کیا جاتا ہے اسی طرح فقہِ باطن یعنی قلبی اعمال واحوال کے احکام، تصوف کی کتابوں میں بیان کئے جاتے ہیں۔ کتبِ تصوف کا بنیادی موضوع قلبی نیک اعمال کی پہچان اور حصول کے طریقے نیز قلبی رذیل اعمال کی پہچان اور بچنے کے طریقے سیکھنا ہے۔

اس حقیقت کی زندہ مثال دیکھنی ہو تو تصوف کی مرکزی اور مشہور ترین چند کتابوں کا مطالعہ کرلیں مثلاً کیمیائے سعادت، احیاء العلوم، عوارف المعارف، الفتح الربانی، فتوح الغیب، کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، مکتوبات مجدد الف ثانی وغیرہا۔

اگر علمِ تفسیر، علمِ حدیث اور علمِ فقہ اسلام کے مدمقابل نہیں بلکہ اسی کی تشریح وتوضیح کا نام ہے تو علمِ تصوف بھی اسلام کی تشریح وتوضیح ہی کا

نام ہے اور اگر تفسیر و حدیث وفقہ کا علم اسلام کے متوازی کسی اور علم کا نام نہیں اور ان علوم پر عمل کسی اور دین پر عمل نہیں تو علمِ تصوف بھی علمِ دین کے متوازی کوئی دوسرا علم نہیں اور اس پر عمل اسلام کے مدمقابل کسی دوسرے دین پر عمل نہیں بلکہ تصوف اسلام ہی کے ایک شعبے کا علم اور تصوف کے اعمال اسلام ہی پر عمل کی صورت ہیں۔ اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احکام کی مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے تشریح و توضیح کرنے پر یہ کہنا کہ یہ ایک دوسرے کے مدمقابل ہے یعنی برخلاف ہے تو یہ سوچ کی کج روی، فہم کی غلطی اور اندازِ فکر کا ٹیڑھا پن ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ بخاری شریف کی مشہور حدیث مبارک ہے جسے حدیثِ جبریٔل بھی کہتے ہیں اور حدیثِ احسان بھی۔ خلاصہ حدیث یہ ہے کہ حضرت جبریٔل امین رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کچھ سوالات کئے۔ ان میں تین سوال یہ تھے،

پہلا سوال تھا : ماالایمان یعنی ایمان کیا ہے؟

دوسرا سوال تھا : ماالاسلام اسلام کیا ہے؟

تیسرا سوال تھا : ماالاحسان احسان کیا ہے؟

اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اللہ کے فرشتوں اور اللہ سے ملاقات اور اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان رکھو۔

اسلام کے متعلق فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

احسان کے متعلق فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اب ذرا اس حدیث پر غور کریں تو نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم نے اسلام کو جدا بیان کیا، ایمان کو جدا بیان کیا اور احسان کو جدا بیان کیا۔ تو کیا یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں؟ کیا اسلام، ایمان نہیں ہے؟ بالکل ہے۔ کیا احسان اسلام نہیں ہے؟ بالکل ہے۔ تو بات یہ ہے کہ دینِ اسلام کی مختلف شعبوں کے اعتبار سے تقسیم ہے اور اسی تقسیم میں جو تیسری قسم ہے جسے احسان فرمایا گیا، اسی احسان کو ہزاروں اولیاء اور لاکھوں علماء تصوف کہتے چلے آرہے ہیں۔

تصوف کے مختلف نام ہیں، جیسے تصوف، احسان، تزکیۂ نفس، طریقت، مجاہدہ نفس۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ اسے تصوف کہہ لیں یا احسان کہہ لیں یا تزکیۂ نفس کہہ لیں یا طریقت کہہ لیں، یہ اصطلاحات ہیں، اس کی وجہ سے اس حقیقت کا انکار نہیں ہوسکتا کہ دین میں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ ہے یا دین میں جیسے اللہ، آخرت پر ایمان ہے، اسی طرح عبادت کا وہ اعلیٰ درجہ جو اللہ کی بارگاہ میں سب سے پسندیدہ ہے، وہ بھی دین کا حصہ ہے اور اسی کا نام تصوف ہے بلکہ اس سے آگے کی بات یہ ہے کہ

تصوف روحِ دین ہے کیونکہ تصوف اعمالِ شریعت کو اعلیٰ و احسن انداز میں ادا کرنے کا نام ہے مثلاً نماز اس قدر عمدہ انداز میں پڑھی جائے کہ "بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے۔" کا مظہر بن جائے اور یہ نماز وہی ہوگی جو حدیث میں فرمایا کہ ایسے عبادت کر جیسے تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔

دوسرے انداز میں یوں کہہ لیں کہ نماز کے فرائض، واجبات اور سنتیں ادا کرنا شریعت ہے اور اسی نماز میں اتنا خشوع وخضوع شامل کر دینا کہ وہ برائی اور بے حیائی سے روکنے والی بن جائے،

یہ تصوف ہے۔ "تم پر روزے فرض کئے گئے" کے حکم پر عمل کرنا شریعت ہے اور روزے ایسے رکھنا کہ تقوی مل جائے، نفس قابو میں آجائے اور آیت کے حصے "تاکہ تم پرہیزگار بن جاو۔" پر عمل ہوجائے، یہ تصوف ہے۔ گویا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ شریعت ہے اور لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تصوف ہے۔

زکوۃ کیا ہے؟ مخصوص شرائط کی موجودگی میں مال کی مخصوص مقدار راہ خدا میں دینا۔ اتنا مال دیدیا تو شریعت پر عمل ہوگیا، لیکن قرآن نے فرمایا: "اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوۃ وصول کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کردو۔

"، یعنی اے حبیب لوگوں کے مال سے زکوۃ وصول کرو اور اس کے ذریعے تم ان کے دل سے دنیا اور مال کی محبت ختم کرکے ان کے دل پاک صاف کردو۔ گویا خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً شریعت ہے اور تُطَهِّرُهُمْ اور تُزَكِّيهِمْ تصوف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعت اور تصوف کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں، یہ خود دین کے احکام کی روح سمجھنے کے برخلاف ہے۔

جو شخص دین کے احکام پوری طرح نہیں سمجھتا کہ افعالِ شرع کے پیچھے مطلوب کیا ہے، وہی ایسی بات کہہ سکتا ہے، ورنہ حقیقت یہی ہے کہ تصوف اسلام کے متوازی، مد مقابل کسی اور دین کا نام نہیں بلکہ تصوف وہی "احسان" ہے جسے رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایمان اور اسلام کے ساتھ ملا کر بیان کیا اور تصوف وہی مطلوبِ شرع ہے جسے قرآن ہی میں احکامِ شرع کے ساتھ جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے۔

نعت پاک

بسے ہیں جب سے مدینے کے خار آنکھوں میں
جہاں کے ہیچ ہیں باغ و بہار آنکھوں میں
حضور لائیے تشریف میرے گھر بھی کبھی
ہے مدتوں سے یہی انتظار آنکھوں میں
اگر نصیب ہو ؛ اپنی ضیا بڑھانے کو
"لگاوں خاک قدم بار بار آنکھوں میں"
جب آئے میری قضا اے خدا شہِ دیں کا
زباں پہ کلمہ رہے اور پیار آنکھوں میں
اگر حسیں نہ ہو جنت سے کہنا اے رضواں!
بسا کے دیکھ لے شہ کا مزار آنکھوں میں
جو آنکھیں خواہاں نہیں دیدِ روضۂ شہ کی
کرو نہ تم کبھی ان کو شمار آنکھوں میں
رخِ حضور کی ہو جائے دید گر شاکر!
تو آہی جائے گا واللہ قرار آنکھوں میں

کاوش؛ شاکر رضا نوری مظفر پوری
7275092842

دارالافتاء علویہ

پیک بننے والے اور سہارا بینک میں ایجنٹی کرنے والے کی امامت کا حکم

از۔ خلیفہ تاج الشریعہ مفتی محمد اختر حسین علیمی صدر شعبہ افتاء دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی ضلع بستی

مسئلہ : از قمر الدین لوکھواں تلشی پور ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید مولوی حافظ اور قاری ہے مگر وہ نویں حرم الحرام کو پیک بندھاتا ہے، اور اس فعل کی اجرت وصول کرتا ہے، اور تعزیہ کے سامنے فاتحہ دیتا ہے اور خود اس کے گھر تعزیہ بھی رکھی جاتی ہے، اور سہارا کمپنی کی ایجنٹی کرتا ہے۔

کیا زید لائق امامت ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں یہ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہ تعالی وتقدس

الجواب بعون الملک الوہاب:

پیک بننا اور باندھنا ناجائز وگناہ ہے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی قدس سرہ فرماتے ہیں: پیک بننا بھی بالکل ناجائز ومہمل، اور اس کی کمر میں گھنٹیاں باندھنا حرام حدیث شریف من ہے :" لا تصحب الملائکة رفقة فیھا جرس" ایسے لوگوں کے ساتھ ملائکہ رحمت نہیں ہوتے۔

(1) اور جب پیک باندھنا ناجائز تو اس پر اجرت بھی ناجائز ہے۔ رہی سہارا کمپنی میں ایجنٹی تو وہ بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے مگر جب زید تعزیہ داری کے تعلق سے اتنے ناجائز امور کا مرتکب ہے تو وہ شرعا فاسق ہے۔

لائق امامت ہرگز نہیں، اسکے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: و کرہ امامة الفاصل العالم لعدم اھتمامه بالدین فتجب اھانته شرعاً فلا یعظم بتقدیمه للإمامة

(۲) درمختار میں ہے :کل صلوة ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتھا (۳) البتہ اگر زید ان حرکتوں سے توبہ واستغفار کر کے اصلاح حال کر لے تو اب اس کی اقتد درست ہوگی جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ الم واحکم

الجواب صحیح : محمد قمر عالم قادری

(1) بفتاوی امجدیہ، ج ۳ ص ۱۳ :

(۲) عراقی الفلاح ص ۱۲۵ :

۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج ا ص ۳۰۵ :

کتبہ : محمد اختر حسین قادری 03 ربیع الاخر 1426ھ

جماعت میں شریک سنیوں، دیوبندیوں کی امامت کرنے والے

امام کا حکم

مسئلہ از : محمد مصباح الدین علیمی ،ناتھ نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین :اس مسئلے کے بارے میں کہ :اگر کوئی شخص دیوبندیوں اور سنیوں کی امامت کرتا ہے جس میں دیوبندیوں کی اکثریت ہو،اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟اور اس سے سلام ومصافحہ کرنا کیسا ہے؟اور اس کو امامت کے لیے آگے بڑھانا اور بڑھانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے جب کہ اس کے گھر تک رسائی نہ ہو کہ سنی ہے کہ دیو بندی اور اس کی امامت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں ۔مزید برآں اس کو امامت سے ہٹانا کیسا ہے؟

بینوا توجروا عند اللہ عزوجل

باسمہ تعالی وتقدس

الجواب بعون الملک الوہاب!! : دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر مرتد ہیں ۔سنیوں کی جماعت میں ان کی شرکت سے قطع صف لازم آتا ہے ۔اس لیے سنیوں پر لازم ہے کہ دیوبندیوں کو مسجد میں نہ آنے دیں لیکن اگر انہیں منع کرنے میں فتنہ وفساد برپا ہو تو سنی معذور ہوں گے مگر امام دیوبندیوں کی امامت کی نیت ہرگز ہرگز نہ کرے۔

صرف سنیوں کی نیت امامت کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اسکے پیچھے پڑھی گئی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور ایسے شخص کو اس بنا پر امامت سے ہٹا دینا درست نہیں ہے اور اگر امام نے دیوبندیوں کو مسلمان سمجھ کر نماز و جماعت کا اہل مانا تو ان کو مسلمان جانتا،اور نماز و جماعت کا اہل سمجھنا کفر ہے ۔قال العلماء الکرام لأہل السنۃ والجماعۃ مرۃ بعد أخریٰ" لہٰذا امام پر توبہ واستغفار تجدید ایمان تجدید نکاح اور تجدید اسلام کرلے تو اس کی امامت درست ہوگی۔

جب کہ اور کوئی وجہ اس کے متعلق شبہ ہو بے تحقیق اسے امام نہ بنایا جائے اور اگر کوئی شی نہ ہو تو بنایا جاسکتا ہے ۔پھر اگر بعد میں تحقیق ہو کہ امام کا عقیدہ وہابی دیوبندی تھا تو اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ فرض ہوا۔ایسا ہی فتاوی رضویہ و دیگر کتب اہل سنت میں مرقوم ہے اللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ الم واحکم۔

الجواب صحیح : محمد قمر عالم قادری

کتبہ : محمد اختر حسین قادری

یکم صفر المظفر 1434ھ/

نجدی امام ہو تو عرفات میں جمع بین الصلوتین کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از محمد سیفی قادری ،مقام للولی ،فتح پور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایام حج میں میدان عرفات میں نماز ظہر عصر ایک ساتھ ظہر کے وقت پڑھنے کا علم ہے جب کہ آج کل دونوں نماز میں وہابی امام پڑھاتا ہے تو کیا اس کی اقتدا میں جمع بین الصلاتین کی جائے : بینوا توجروا۔

باسمہ تعالی وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک عرفات میں ظہر وعصر جمع کرنے کے لیے سلطان اسلام یا اس کا نائب ہونا شرط ہے

جب وہ امامت کرے تو حجاج اس کے ساتھ جمع بین الصلوتین (بین الظہر والعصر) کریں گے اور صاحبین کے نزدیک سلطان یا نائب کی شرط نہیں ہے مگر صحیح پسندیدہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اما المختلف فیه فمنها ان یکون اداء الصلوتین بالجماعة عند ابی حنیفة حتی الوصلی العصر وحده او الظهر وحده لا یجوز العصر قبل وقتها عنده وعند ابی یوسف و محمد هنا لیس بشرط ویجوز تقدیمها علی وقتها.

والصحیح قول أبي حنیفة لما ذکرنا ان جواز التقدیم ثبت معدولاً به عن الاصل مرتباً علی ظهر کامل وهی المؤداة بالجماعة مع الامام أو نائبه. والمؤداة بجماعة من غیر امام أو نائیه لا تکون مثلها فی الفضیلة فلا تکون فی معنی مورد النص (1)

علامہ ملکی تحریر فرماتے ہیں۔

وشرط لصحة هذا الجمع الامام الأعظم أو نائبه والاصلوا وحدانا (۲)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں::

یہ ظہر وعصر ملا کر پڑھنا بھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا ہے جس نے ظہرا کیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا جائز نہیں (1)

اس کے علاوہ تمام کتب فقہ میں یہ شرط تحریر ہے جس سے واضح ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلاتین کی ایک شرط سلطان اسلام یا اس کے نائب کا نماز پڑھانا ہے اور اگر لوگ تنہا تنہا پڑھیں یا سلطان یا اس کے نائب یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا جماعت سے پڑھائے تو اس صورت میں جمع کرنا ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ وہابی امام کے پیچھے نماز ناجائز ہے اب یا تو حجاج الگ اپنی اپنی نماز پڑھیں یا اپنی خاص جماعت سے دونوں صورتوں میں ان کے لیے حکم ہے کہ ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں ادا کریں وقت ظہر میں دونوں کو جمع کر کے پڑھنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد والدرس دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی

۲۰ محرم ۱۴۳۳ھ۔

(1) بدائع الصنائع ج ۲: ص ۳۵۱:

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ج ۲، ص ۱۷۴:

ماہ محرم الحرام

اور یوم عاشورہ کی تاریخ و فضیلت

تحریر : محمد تحسین رضا نوری
خادم درس وتدریس : جامعہ فاطمہ شاہجہاں پور

اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے۔جس کا تعلق اشہر الحرم سے ہے یعنی یہ مہینہ اُن مبارک مہینوں میں سے ہے جن کو تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔اسی مبارک مہینے کی دسویں تاریخ کو "یوم عاشورہ" کہا جاتا ہے۔جس کی فضیلت واہمیت احادیث مبارکہ میں کثرت سے موجود ہے۔خاص کر اس مہینہ میں بندگان خدا نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ عبادت وریاضت،صوم وصلوٰۃ، فاتحہ و نیاز،صدقات وخیرات،محافل قرآن خوانی وغیرہ کا انعقاد کرتے ہیں۔اور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر کے کثرت سے رب العالمین کی عنایات ونوازشات سے ہمکنار ہوتے ہیں۔یہ وہ مبارک دن ہے جس دن کا احترام صرف امت محمدیہ ہی نہیں کرتی بلکہ گزشتہ اُمتوں نے بھی کیا ہے۔جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "یوم عاشورہ کا روزہ رکھو اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو، اُس سے پہلے یا بعد میں بھی ایک دن کا روزہ رکھو"۔(مسند امام احمد)

اسی عاشورہ کے دن کو "یوم موسیٰ" (علیہ السلام) بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ بُخاری شریف کی حدیث مبارکہ ہے۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ : "جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے شریف تشریف لائے۔یہود کو عاشورہ کے دن روزہ دار پایا تو ارشاد فرمایا : یہ کیا دن ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ عرض کی یہ عظمت والا دن ہے کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا۔لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکرانہ اُس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ارشاد فرمایا کہ : موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کرنے میں بنسبت تمہارے ہم زیادہ حقدار اور زیادہ قریب ہیں۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا"۔(بُخاری شریف، جلد 01)

یوم عاشورہ کا روزہ :

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : مجھے اللہ پاک کے کرم سے امید ہے کہ عاشورا کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔(مسلم شریف، صفحہ 454) ایک دوسری جگہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک کے بعد اگر کوئی روزہ سب سے افضل ہے تو وہ اس مہینے کا روزہ ہے۔ایک اور حدیث پاک میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں : کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دن کے روزے کو اور دن پر فضیلت دے کر جستجو فرماتے ہوئے نہ دیکھا مگر یہ کہ عاشورہ کا دن اور رمضان کا مہینہ (بُخاری شریف، جلد 01) مذکورہ احادیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا باعث ثواب ہے لہٰذا ہم اور آپکو چاہیے کہ

عاشورہ کا روزہ رکھنے کا اہتمام کریں اور عاشورہ کا روزہ جب بھی رکھیں تو ساتھ میں نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ بھی رکھ لینا بہتر ہے۔

یوم عاشورہ کی خصوصیات :

یہی وہ مبارک و مسعود دن ہے جس میں آسمان و زمین، قلم اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

اور اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔

اور اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہو کر کوہ جودی پر لنگر انداز ہوئی۔

اور اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، ،خلیل اللہ" بنایا گیا اور ان پر آگ گل گلزار ہوئی۔

اور اسی دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک طویل عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔

اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات حاصل ہوئی۔

اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی۔

اور اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت واپس ملی۔

اور اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو سخت بیماری سے شفا نصیب ہوئی۔

اور اسی دن حضرت یونس علیہ السلام چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد نکالے گئے۔

اور اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے اوپر سے عذاب ٹلا۔

اور اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

اور اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے شر سے نجات دلا کر آسمان پر اٹھایا گیا۔

اسی دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا۔

اور اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جگر گوشۂ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو میدان کربلا میں شہید کیا۔

یوم عاشورہ کے نوافل:۔

عاشوراء کی رات میں چار رکعت نفل اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص (یعنی : قل ہو اللہ احد) تین تین بار پڑھیں پھر نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ سورہ اخلاص (قل ہو اللہ احد) پڑھیں۔ اس کی برکت سے گناہوں سے پاک ہوگا اور بہشت (جنّت) میں بے انتہا نعمتیں ملیں گی۔ (جنتی زیور، ص 157)

لیکن یاد رہے قضا نمازیں نوافل سے اہم ہیں یعنی جس وقت نفل پڑھتا ہے انھیں چھوڑ کر ان کے بدلے قضائیں پڑھے کہ بری الذمہ ہو جائے (حوالہ بہار شریعت، جلد 4) شیخ الحدیث حضرت عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں : کہ دسویں محرم الحرام کو جو کوئی دعائے عاشورہ پڑھے گا اس کی برکت سے عمر میں خیر (بھلائی) و برکت ہوگی اور زندگی میں فلاح (کامیابی) اور نعمت حاصل ہوگی ان شاء اللہ عزوجل۔

رزق میں فراخی کا نسخہ:

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "جو دس محرم کو اپنے بچوں کے خرچ میں فراخی (یعنی کشادگی) کرے گا تو اللہ تعالیٰ سارا سال اس کو فراخی دے گا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا"۔ (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ 365) اور اسلامی زندگی میں ہے کہ محرم کی نویں اور دسویں کو روزہ رکھے تو بہت ثواب پائے گا۔ بال بچوں کے لیے دسویں محرم الحرام کو خوب اچھے اچھے کھانے پکائے تو ان شاء اللہ عزوجل! سال بھر تک گھر میں برکت رہے گی بہتر ہے کہ حلیم (کھچڑا) پکا کر حضرت شہید کربلا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کرے۔ بہت مجرب ہے اسی تاریخ کو غسل کرے تو تمام سال ان شاء اللہ عزوجل بیماریوں سے امن میں رہے گا کیونکہ اس دن آب زم زم تمام پانیوں میں پہنچتا ہے (اسلامی زندگی، صفحہ 66)

عاشورہ کے دن کرنے والے مستحب اعمال:۔

(1) روزہ رکھنا (2) صدقہ کرنا (3) نفل نماز پڑھنا (4) ایک ہزار مرتبہ سورہ اخلاص یعنی "قل ہو اللہ" پڑھنا (5) علما کی زیارت کرنا (6) یتیم کے سَر پر ہاتھ پھیرنا (7) اپنے اہل وعیال کے رِزق میں وسعت کرنا (8) غسل کرنا (9) سرمہ لگانا (10) ناخن تراشنا (11) مریضوں کی بیمار پرسی کرنا (12) دشمنوں سے ملاپ (یعنی صلح صفائی) کرنا۔ (جنتی زیور، صفحہ 158)

یوم عاشورہ اور ایک غلط فہمی :

کچھ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ محرم الحرام کا مہینہ آتے ہی بعض لوگ چولہا جلانے سے گریز کرتے ہیں تو کچھ لوگ مچھلی کھانے کو ناجائز وحرام سمجھتے ہیں۔ شادی بیاہ کرنا جیسی چیزوں کو بھی منحوس شمار کرتے ہیں۔

جبکہ شریعت سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں۔

یہ سب کے سب منگھڑت باتیں ہیں جن سے تمام امت مسلمہ کو احتراز کرنا لازم وضروری ہے۔ اللہ تعالی ہم سب شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، خرافات اور بری عادتوں اور خصلتوں سے محفوظ رکھے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد تحسین رضا نوری

خادم درس وتدریس : جامعہ فاطمہ شاہجہاں پور

حالاتِ حاضرہ اور ہم

محمد جنید رضا شیرانی آباد

انسانی زندگی ایک مسلسل سفر کا نام ہے، اور یہ سفر وقت کے بہاؤ کے ساتھ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ وقت کے ساتھ دنیا میں نت نئی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، کہیں سیاسی منظر نامہ بدلتا ہے، کہیں قدرتی آفات جنم لیتی ہیں، کہیں معاشی بحران پیدا ہوتے ہیں، تو کہیں سائنسی ترقی حیران کن بلندیوں کو چھوتی ہے۔ ان تمام بدلتے حالات کو جاننا، سمجھنا اور ان سے سبق حاصل کرنا ایک باشعور انسان کا فریضہ ہوتا ہے۔ ان ہی واقعات اور تبدیلیوں کو مجموعی طور پر "حالاتِ حاضرہ" کہا جاتا ہے۔

آج کا دور تیز رفتار معلوماتی دور ہے۔ ایسے میں اگر کوئی انسان حالاتِ حاضرہ سے بے خبر رہے تو وہ نہ صرف دنیا سے کٹ کر رہ جاتا ہے بلکہ فکری، سماجی، اور اخلاقی طور پر بھی پیچھے رہ جاتا ہے۔ اس لیے آج کے انسان، بالخصوص ایک مسلمان اور طالب علم کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ وقت کے حالات سے واقف ہو۔ حالاتِ حاضرہ سے واقفیت صرف ایک معلوماتی سرگرمی نہیں بلکہ یہ ایک فکری ضرورت ہے۔ انسان کو صحیح اور غلط میں فرق کرنے، سچ اور جھوٹ کو پہچاننے، اور وقت کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے حالاتِ حاضرہ کا جاننا بہت ضروری ہے۔ یہ وہ علم ہے جو انسان کے ذہن کو وسعت دیتا ہے، سوچ کو گہرائی بخشتا ہے اور انسان کو دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کے قابل بناتا ہے۔ ایک باشعور شہری، طالب علم یا راہنما وہی ہوتا ہے جو اپنے وقت کے حالات کا مکمل ادراک رکھتا ہو۔ چاہے وہ ملکی سیاست ہو، عالمی تعلقات، مہنگائی، بے روزگاری، تعلیم، صحت یا ٹیکنالوجی کی دنیا، اگر انسان ان شعبوں سے جڑی تبدیلیوں کو سمجھتا ہے تو وہ زیادہ بااثر اور مفید کردار ادا کرسکتا ہے۔

حالاتِ حاضرہ کی اہمیت

حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنے کے بے شمار فوائد ہیں: علمی فائدہ: انسان کی سوچ وسیع ہوتی ہے، اسے دنیا کی پیچیدگیوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

معاشرتی فائدہ: ایک باخبر انسان معاشرتی مسائل کا بہتر حل تلاش کرسکتا ہے۔ سیاسی شعور: ووٹ دینے اور رائے قائم کرنے میں بہتر فہم حاصل ہوتی ہے۔ مذہبی بصیرت: اسلام غور و فکر اور حالات سے سیکھنے کی تلقین کرتا ہے

نوجوان اور حالاتِ حاضرہ

نوجوان قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ ان کے اندر اگر حالات سے بے خبری ہو تو وہ ترقی کے بجائے گمراہی کی طرف جاسکتے ہیں۔ آج کا نوجوان اگر صرف سوشل میڈیا پر تفریحی مواد میں مصروف ہے اور حالاتِ حاضرہ سے لاتعلق ہے، تو یہ ایک فکری زوال کی علامت ہے۔ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ معتبر ذرائع سے خبریں پڑھیں، تجزیے سنیں، اور دنیا میں ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھیں۔

موجودہ دور کے چیلنجز:

آج کے دور میں ہمیں بہت سے مسائل کا سامنا ہے: عالمی سطح پر

جنگ و جدل، افراطِ زر، معاشی بحران۔ ماحولیاتی تبدیلیاں اور قدرتی آفات۔ ذہنی انتشار، بے چینی اور اخلاقی زوال۔ ان مسائل کو سمجھنا اور ان سے نکلنے کے راستے تلاش کرنا ایک باشعور فرد کی پہچان ہے۔

اسلام اور حالاتِ حاضرہ

قرآنِ کریم میں قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں تاکہ انسان ان سے سبق لے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ وقت کے حالات کو سمجھ کر فیصلے فرمائے۔ غزوہ بدر، صلح حدیبیہ اور دیگر واقعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام ہمیں حالات کا صحیح ادراک کر کے عمل کرنے کا درس دیتا ہے۔ ایک مسلمان صرف ماضی میں نہیں جیتا، بلکہ حال کو سنوار کر مستقبل کی تیاری کرتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنا وقت کی ایک لازمی ضرورت ہے۔ ایک باشعور انسان وہی ہوتا ہے جو اپنی آنکھیں کھلی رکھے، کانوں کو ہوشیار رکھے، اور دماغ کو فعال رکھے۔ جو قومیں وقت کے بدلتے تیور کو نہیں پہچانتیں، وہ ماضی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم روزانہ تھوڑا سا وقت نکال کر خبریں پڑھیں، سماجی اور عالمی حالات پر غور کریں، اور ان سے سیکھ کر اپنے کردار کو بہتر بنائیں۔ تب ہی ہم ایک بہتر فرد، ایک ذمہ دار شہری اور ایک باخبر مسلمان کہلا سکتے ہیں۔

نعت رسول ﷺ

ابتر کو بھی حضور نے بہتر بنادیا
ان کی عطا نے ذرے کو گوہر بنادیا
میرے نبی کی سیرت اقدس کے نور نے
اخلاق کی کلائی کو زیور بنادیا
شام حیات صبح میں تبدیل ہوگئی
یاد نبی نے دل کو منور بنادیا
پاکیزگی ثنائے نبی نے کی یوں عطا
میرے قلم کو فکر کا کوثر بنادیا
پلٹا کے شمس کو مرے آقا نے ایک شام
بام فلک کو کیف کا منظر بنادیا
رکھا تھا حق کے نور نے جس خاک پر قدم
قرآں نے اس کو فضل کا محور بنادیا
ہے چشم جنگ بدر گواہ ان کی شان کی
لکڑی کو ان کے لمس نے خنجر بنادیا
لیتا رہا جو پیار سے محبوب رب کا نام
اس لب کو رب نے عینی معطر بنادیا

از : سید خادم رسول عینی

اپنی شش جہت ناکامی کی وجہ بطور ظالم ومظلوم ہم خود ہیں

حفیظ علیمی گونڈوی ممبئی

برگ حنا پہ لکھتا ہوں میں درد دل کی بات
شاید کہ رفتہ رفتہ لگے دل ربا کے ہاتھ

اہل سنت وجماعت کی شش جہت ناکامی کے جہاں بے شمار نمایاں اسباب وعلل بیان کیے جا سکتے ہیں، وہیں سب سے بڑی وجہ مدارس ومکاتب میں غیر منظم تعلیم وتدریس وعدم اخلاق و تربیت اور ذمہ داران کی ظالمانہ آمریت وکبر ومنی بھی ہے۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ جس قوم (مسلم) کی کامیابی وسرخروئی کا انحصار تحصیل علم وحکمت پر ہے آج وہی قوم اس کامیابی کے زمام کو چھوڑ کر وادیٔ وحشت وظلمت میں بھٹکنے پر مجبور ہے اور دوسری ذلیل وگمراہ قومیں جو کل تک ناکامی کے ایام شوم کاٹ رہی تھیں آج وہ نور علم وحکمت سے معمور ہو کر دنیا کی عزت وکامیابی کا تاج اپنے سروں پر سجائے ہوئے رقص کناں ہیں۔

اللہ عزوجل نے ہماری کامیابی وسرخروئی اور بے مثال یکجہتی کے لیے اپنے فضل وکرم سے مساجد ومدارس جیسے مبارک اور عظیم تعلیمی وتربیتی مراکز عطا فرمائے مگر سوئے اتفاق وشومیٔ قسمت کہ ہم ان مقدس مراکز کو کما حقہ قدر کی نگاہوں سے دیکھنے سے عاجز رہے بلکہ اس کے برخلاف انہیں اپنی طبعیت ومزاج کے مطابق استعمال کرنے کو اپنا پیدائشی حق تصور کرنے لگے۔

مگر مہربان رب کا کرم بالائے کرم یہ کہ اس نے ہماری معاشی و اقتصادی حالت کو مضبوط ومستحکم کرنے کے لیے بشکل مدارس اسلامیہ کفر والحاد کے ہاتھوں سرکاری کرا دیا تا کہ اس سے ہماری معیشت مضبوط ہو اور ملت اسلامیہ کے نونہالان کی ضروری اعلی تعلیم وتربیت وعمدہ اخلاق وآداب بھی پروان چڑھ سکے، لیکن پھر یہ ہوا کہ سرکاری مدارس میں جہاں اراکین وذمہ داران کی للچائی نظریں مدرسین کی تقرری کے لیے رشوت خوری واقرباء پروری پر مرکوز ہو گئیں اور یہ دنیا طلب ودین فروش فروغ دین، ارتقاء ملت اور نسل نو کے روشن مستقبل کی ذرہ برابر بھی فکر و پروانہ کیے تو وہیں دوسری جانب سرکاری مولوی (مدرسین) ذوق تدریس و جذبۂ فروغ دین وسنیت کے حوالے سے انتہائی درجے کے بے حس وکاہل اور اپنی دینی وملی ذمہ داریوں سے اس طرح غافل ہو گیے کہ معاذ اللہ جیسے خوف خدا، شرم نبی ان کے لیے کوئی اہم چیز ہی نہیں!!

ان مدرسین کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ طلبۂ مدارس اسلامیہ کی تعلیمی و تربیتی خیانت کا حساب وجواب کل بروز حشر اللہ العظیم کے حضور بہر صورت دینا ہوگا، جس دن ندامت وپشیمانی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ چلیے! یہ تو رہے مراعاتی مدارس کے اراکین ومدرسین

جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے، اب آئیے پرائیویٹ مکاتب و مدارس اور مساجد کے بے حس اراکین اور مظلوم ائمہ و مدرسین کے متعلق بھی کچھ تجزیاتی، تجرباتی اور مشاہداتی گفتگو کر لیں تا کہ یہ پہلو خشک و تشنہ لبی کا شکار نہ ہونے پائے!

آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ادھر تیس چالیس سالوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے غریب و مفلس مسلمانوں نے نہایت برق رفتاری سے مالی ترقی کے ذریعے گاؤں گاؤں محلے محلے میں عالی شان پرائیویٹ مکاتب و مدارس اور پر شکوہ مساجد کو قائم کر کے (جن کی تعداد لاکھوں میں ہے) دنیا و سماج کو ورطہ حیرت میں ڈالنے کا منفرد کام کیا لیکن ساتھ ہی بر بنائے جہل و نااہلی ان مراکز کی روح کو مضبوطی و با قاعدگی دینے میں حد درجہ ناکام ہی رہے مطلب ان عظیم مراکز کو تعمیری حسن و زیبائش کا تاج تو پہنایا لیکن انہیں اپنے جہل و انا اور کبر و منی کی آلائش سے بچا نہ سکے، جب کہ انہیں مراکز کی سنجیدہ و پاکیزہ نظام تعلیم و تربیت پر ملت اسلامیہ کی مذہبی تہذیب و ثقافت اور ملی ارتقاء و بقا کا مکمل انحصار ہے۔

محل غور بات یہ ہے کہ انہوں نے باہمی مالی تعاون سے لاکھوں مکاتب، مدارس اور مساجد تو تعمیر کیے لیکن ان دینی مراکز میں امامت و خطابت اور تعلیم و تربیت کرنے والے علماء، حفاظ، قراء کو نہایت مختصر و حقیر تنخواہ کے ذریعے حد درجہ مالی بحران میں بھی مبتلا رکھا اور احساس مندی کا یہ لیول کہ اس ۲۰۲۵ جیسے مہنگائی کے زمانے میں جہاں انہیں عام مسلمانوں کے ذاتی ضروری اخراجات پچاس ہزار اور متوسط و امراء کے ضروری اخراجات لاکھوں کی آمدنی سے پورے نہیں ہوتے وہیں حافظ قرآن، قاری قرآن اور علماء دین (جنہیں یقیناً اللہ و رسول نے سب سے افضل قرار دیا ہے) کو ماہانہ مشاہرہ ۸۰۰۰ / ۱۰۰۰۰ / ۱۵۰۰۰ / ۲۰۰۰۰ یا پچیس تیس ہزار دیتے ہوئے ان کی انسانی ہمدردی، غیرت ایمانی اور احساس دینی کیوں دم توڑ دیتے ہیں؟

کیا اس حیرت انگیز دور مہنگائی میں کوئی شخص صحیح معنوں میں متذکرہ تنخواہ سے اپنی ضرورتیں پوری کر سکتا ہے؟ اگر نہیں! اور یقیناً نہیں تو پھر ان حفاظ، قراء اور علماء دین پر ظلم بالائے ظلم یہ بھی کیوں کہ جب تک ذمہ داران کی طبیعت مثبت رہی انہیں اپنے ظلم و استبداد کے بھیانک سایے میں رکھے اور جب طبیعت میں منفی کیڑے پیدا ہو گئے تو پھر ان کے اخراج کا راستہ ناپنے میں دیر نہ کی، بالخصوص اگر حسن ظن کے ساتھ خیر خواہی کے پیش نظر کسی مدرس یا امام نے بلا شرط اضافی تنخواہ کی بات کر دی تو وہ چاہے وقت کا مجدد ہی کیوں نہ ہو پھر اس کی خیر نہیں، اس انتہاء ظلم کے معاملے میں بڑے بڑے مذہبی و مسلکی عاشق و فاسق، ہمدردان قوم و ملت، پاسبانان دین و سنیت کم و بیش سب ظلم کے ایک ہی حمام میں ننگے پنگے نظر آتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

ہمیں کچھ اختلاف کے ساتھ اعتراف ہے کہ اکثر سرکاری ملازمین نااہل یا غافل ہیں جنہیں ذمہ داران نے رشوت لے کر بطور تدریس مقرر کیا ہے، انہیں اپنا حساب اللہ العظیم کے حضور خود دینا ہے آپ کو نہیں! مگر اراکین و ذمہ داران آپ جو علماء کے ساتھ ظلم و بربریت کا فرعونی کھیل کر رہے ہیں کیا اس کا بھی جواب علما ہی کو دینا ہو گا؟ اچھی طرح جان لینے کی بات ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھ لینے کے

بعد دین اسلام کی جتنی عمومی ذمہ داری علما کی ہے اتنی ہی آپ کی بھی ہے،اللہ العظیم کے حضور جواب دہی کے لیے تیار رہیں اگر آخرت پر ایمان ہے تو!؟!؟ابھی بھی وقت ہے مدارس ومساجد کے تعلیمی وامامتی نظام کو چاہیں تو مخلص علما،حفاظ،قراء کو مناسب اور تکمیل ضرورت وتقاضائے حال کے مطابق تنخواہیں مع فیملی روم دے کر بہتر بنا سکتے ہیں جس کے بے شمار فائدوں میں سے دو مضبوط فائدے یہ ہوں گے کہ بے راہ ملت کو جہالت کے صحرائے وحشت میں دوش علم کا سہارا مل جائے گا اور ناکامی کی شب دیجور سے چھٹکارے کی راہ بھی ہموار ہو جائے گی۔لیکن شاید!منفی تبصروں کے سوا مثبت وتحسینی اور تعمیری وتعلیمی اقدامات کے لیے ہمارے پاس ذوق وشوق اور جذبہ وحوصلہ کا فقدان ہے!؟اللہ عزوجل ہمیں احساس دینی وملی،علم دوستی اور علما نوازی کی دولت حسنہ سے سرفراز فرمائے۔۔۔۔۔

آمین ثم آمین بحق محمد رسول امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

عبدالحفیظ علیمی گونڈوی خطیب وامام : سنی حنفی بریلوی مسجد مانخورد ریلوے اسٹیشن۔

بانی:رضوی علیمی سینٹر جامعہ مولائے کائنات منڈالہ مانخورد ممبئی۔

صدر : پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت ممبئی۔چیف:الحفیظ ایجوکیشنل ٹرسٹ پایر خاص مسکنواں گونڈہ(یوپی)۹۸۳۸۶۰۱۲۰۹

منقبت

بموقع یکم محرم 814واں یوم سہروردی

سلطان العارفین مجتہد زمانہ شیخ الشیوخ مؤسس ثانی

سلسلۂ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی علیہ الرحمہ

از : سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی داہود شریف گجرات

عکس نور مصطفیٰ ﷺ ہے سہروردی آستاں
فیض مولیٰ مرتضیٰ ہے سہروردی آستاں

بارش انوار در پہ ہوتی ہے شام وسحر
فیض ورحمت اور عطا ہے سہروردی آستاں

گمراہان دین کو راہ ہدایت مل گئ
یہ سبھی کا رہنما ہے سہروردی آستاں

آستاں سے بٹتی ہے خیرات سب کو صبح وشام
مخزن جود وسخا ہے سہروردی آستاں

قادری چشتی ملے ہیں نقشبندی بھی یہاں
مجمع ہر سلسلہ ہے سہروردی آستاں

حاضری کو آستاں پہ آتے ہیں شاہ وگدا
سب کا یہ حاجت روا ہے سہروردی آستاں

ہر ولی اس آستاں سے ہو رہا ہے فیض یاب
مرکز کل اولیا ہے سہروردی آستاں

ہاشمی کی نسبتیں اس آستاں سے ہیں جڑی
اس کے دل کا مدعا ہے سہروردی آستاں

طالب دعا : آستانہ عالیہ غوثیہ سہروردیہ داہود شریف گجرات انڈیا

افق ہند پہ روحانیت کا ماہِ تاباں :

حضور شعیب الاولیاء

از: مفتی اشفاق عالم امجدی، کٹیہار بہار

جب ازل کے قلم نے لوحِ تقدیر پر وجودِ انسانی کی تقدیس رقم کی، جب "کُن" کا حکم ہوا اور ہستی کا کارواں ظلمتِ عدم سے نکل کر نورِ وجود کے افق پر جلوہ گر ہوا، تب سے لے کر آج تک یہ خاکدانِ فانی اپنی سطح پر لاکھوں کروڑوں نفوس کو اپنے دامن میں سموتا رہا ہے۔ یہ نظامِ پیدائش و موت ازل سے جاری ہے اور تا دمِ واپسیں جاری و ساری رہے گا۔ انسان آتا ہے، اپنی مختصر سی حیاتِ مستعار کو جیتا ہے، پھر راہیِ عدم ہو کر دارِ فانی کو وداع کہہ دیتا ہے۔ کچھ ہی مدت بعد اس کا نام، اس کی صورت، اس کے افکار، یہاں تک کہ اس کی آواز بھی زمانے کی گرد میں دب کر مٹ جاتی ہے۔

لیکن تاریخ کا یہ بھی اٹل فیصلہ ہے کہ ہر دور میں کچھ ایسے باصفا، صاحبِ تقویٰ، مجاہدِ روحانی اور خادمِ ملت افراد جن کے قلوب ذکرِ الٰہی سے منور، جن کی زندگیاں سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تفسیر، اور جن کے احوال و افکار رشد و ہدایت کے مینار ہوتے ہیں وہ مٹتے نہیں، وہ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔ ان کے نقشِ قدم رہنمائی کے چراغ بنتے ہیں، ان کا ذکر عروجِ ملت کا استعارہ ہوتا ہے، اور ان کی یاد دلوں کو جلا بخشتی ہے۔

ایسے ہی نفوسِ قدسیہ میں ایک جلی نام، ایک نورانی ذات، ایک روحانی ہستی جنہیں دنیا حضور شعیب الاولیاء، شیخ المشائخ، حضرت صوفی شاہ الحاج محمد یار علی صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ کے نام سے جانتی ہے، اپنی علمی، روحانی، دینی، فکری اور تنظیمی خدمات کی بدولت تا قیامت زندہ و تابندہ رہے گی۔

ولادت باسعادت:

حضور شعیب الاولیاء کا ورود مسعود مورخہ 12 فروری 1307ھ بمطابق 1887ء میں شہرستان اولیاء براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر میں حضرت فجر علی علوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں ہوا۔

نام و نسب:

آپ کا نام محمد یار علی ہے اور لقب شیخ المشائخ، شعیب الاولیاء ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام محمد فجر علی ہے۔ آپ کا تعلق علوی سادات سے ہے۔ عوام و خواص میں آپ شعیب الاولیاء کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے ہیں، جو آج بھی زبان زد عام و خواص ہے۔ شعیب الاولیاء محمد یار علی علیہ الرحمہ بن محمد فجر (فضل) علی بن خورشید علی بن خان محمد بن عبد المنان بن عبد الرحمن بن خدا بخش بن سالار بخش بن محمد علی بن ہدایت علی بن جان محمد بن تاج محمد غازی بن محمد داؤد بن محمد قاسم بن سالار محمد تاج بن سالار محمد بن سالار سیف الدین سرخرو بن عطاء اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن اشرف غازی بن عمر غازی بن ملک آصف غازی بن شاہ بطل غازی بن عبد المنان غازی عرف فرید الدین بن محمد بن حنفیہ بن سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم۔

آپ کا سلسلۂ نسب ستائیسویں پشت کے بعد حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ مگر آپ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی اپنی زبان و قلم سے اس حسب و نسب کا اظہار نہیں فرمایا۔ آپ کے خاندان کے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ بعض

موقعوں پر آپ اس کی طرف کچھ اشارہ فرماتے تھے، جس کا مفہوم و مطلب عام لوگ سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں، مگر تجربہ کار اور ہوش مند حضرات اپنی جگہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ آپ کسی عالی معزز خاندان کے چشم وچراغ ہیں، مگر آپ اس حقیقت کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ آپ کی نگاہ میں دراصل کون سی حکمت اور مصلحت پنہاں تھی، اس کو آپ ہی بہتر جان سکتے ہیں، مگر آپ کے طرز عمل اور انداز فکر کو دیکھ کر بظاہر دو سبب معلوم ہوتے ہیں اولا : اگر آپ اپنے عالی نسب ہونے کا اظہار کر کے خاندانی حسب ونسب کے امتیاز وتفریق کو ترجیح دیتے تو اس دور میں جب کہ اکثر و بیشتر راجے مہاراجے، نوابوں، زمینداروں اپنے پسماندہ اور چھوٹی قوم کے لوگوں پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑ رہے تھے ان کی عزت و آبرو سے دن دھاڑے کھیل رہے تھے، اور ان کی جہالت وغربت سے فائدہ اٹھا کر ان کے ساتھ زرخرید غلاموں بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ بدتر سلوک کر رہے تھے۔ اس لیے آپ مسلمانوں کے ہر طبقے میں مقبول عام نہ ہو پاتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر قوم و برادری کے مسلمان آپ سے قریب نہ ہو پاتے، جس کے سبب سے آپ کا اصلاحی اور تبلیغی مشن ادھورا رہ جاتا۔ یہ آپ کو کسی بھی طرح گوارا نہ ہوتا ، غالباً اسی خیال سے آپ نے خاندانی حسب ونسب کی دنیوی شرافت کو بالائے طاق رکھ کر ایمان وعقیدہ اور حسن عمل کو اولیت دی۔

آپ کے اس بے مثال طرز عمل وطریقہ کار میں اس قدر جاذبیت اور کشش تھی کہ جس سے ہر طبقے کے لوگ چاروں طرف سے سمٹ کر آپ کے پاس جمع ہوئے، اور ہر شخص نے بقدر ظرف آپ سے شریعت وتصوف کا فیض حاصل کیا، اور آپ نے بھی نہایت فیاضی و فراخ دلی کے ساتھ سب پر بھر پور عنایت ونوازش فرمائی، ثانیا : آپ چونکہ خانقاہوں کے عام رجحان اور پیشہ وران خیال، پدرم سلطان بود کے قائل نہ تھے اور محض نسبت آباء واجداد کے رد اور مظاہرہ کے خلاف تھے، اس لیے شاید آپ نے یہ سوچا ہوگا کہ اگر اپنے آپ کو ایک باوقار اور اعلیٰ فرد بتاتے ہیں، مگر ہمارے اندر اخلاق وکردار کی خاندانی خصوصیات نہیں پائی جارہی ہیں تو اس صورت میں ان کے خاندان پر بدنما داغ لگ جائے گا، اور آپ کے ساتھ آپ کے بزرگوں اور آباء واجداد کی بدنامی ہوگی، اس صورت میں اس پر پردہ ہی پڑا رہے تو بہتر ہے۔ آپ صرف اتنا کہتے کہ میں بھی ایک عام مسلمان بندہ ہوں۔

القاب وکنیت:

عوام وخواص میں آپ شعیب الاولیاء، شیخ المشائخ، شاہ صاحب بانی فیض الرسول کے لقب سے زیادہ مشہور ومعروف ہوئے ہیں، جو آج بھی زبان زد عام وخواص ہے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ نے دینیات میں سب سے پہلے ناظرہ قرآن پاک اردو اور ابتدائی مذہبی معلومات کی کتابیں پڑھیں، جس سے نماز روزہ و دیگر روزمرہ کے ضروری مسائل سے واقف ہوئے، اس کے بعد آپ کے والد ماجد صوفی فجر علی صاحب نے ہندی انگریزی تعلیم کے لیے اسکول میں آپ کا داخلہ کرادیا، آپ نہایت محنت وتوجہ سے پڑھنے لگے اور اپنے استاذ کے حکم کے مطابق سبق وغیرہ کا مکمل کام کر کے وقت پر بلاناغہ اسکول جاتے۔ اکثر پڑھائی میں رات کافی گزر جاتی۔ اس وقت آپ پر کسی

ٹیچر کی نظر پڑ جاتی تو وہ اظہار شفقت وہمدردی کرتے ہوئے کہتا بیٹے محمد یار علی!

اس قدر حد سے زیادہ محنت ومشقت نہ کرو ورنہ دماغ متاثر ہو جائے گا۔ اب آرام کرو اتنا بہت ہو گیا۔ اسکول کے ہندی انگریزی وغیرہ اسباق سے فرصت پاتے تو دلی میلان ورجحان اور فطری ذوق وشوق کی تکمیل کے لیے دینی مذہبی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔

اسکول میں محض والد بزرگوار کے حکم کی تعمیل میں پڑھ رہے تھے ورنہ آپ کی دلی آرزو یہی تھی کہ عربی درسگاہوں میں جا کر علم دین حاصل کریں۔ چونکہ آپ فطری طور پر ایک مذہب پرست و دین دار واقع ہوئے تھے، اس لیے اسکول کے زمانہ تعلیم میں بھی صفائی ونظافت و پاکیزگی کے ساتھ رہتے اور نماز وروزہ وغیرہا پابندی سے ادا کرتے رہتے۔ اسکول کے تمام امتحانات میں ہمیشہ فرسٹ پوزیشن حاصل کر کے ممتاز نمبروں سے پاس ہوتے۔

بظاہر آپ کی حصول علم دین کی خواہش پوری نہیں ہو سکی مگر آپ کی دینی معلومات اور احکام شرح سے واقفیت ایک عالم دین سے کم نہ تھی اسکول میں مڈل تک پاس کر کے پڑھائی بند کر دی، اس میں دل نہیں لگتا تھا دل سے یہی چاہتے تھے کہ والد صاحب انہیں کسی عربی درسگاہ دارالعلوم میں پڑھنے کے لیے بھیج دیں مگر والد ماجد نے آپ کو اپنے سے دور بھیج کر نگاہوں سے اوجھل کرنا پسند نہیں فرمایا وہ چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ کوئی ایسا سرپرست بھی رہے جو ان کی تعلیم وتربیت کی نگرانی کرتا رہے۔ اس وقت کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو اس کام کو انجام دے سکے، اس لیے آپ مدارس عربیہ میں دینی تعلیم کے لیے نہیں جا سکے اور آپ کی یہ آرزو دل ہی میں رہ گئی۔ مگر زندگی کا لمحہ لمحہ باعمل کی طرح کتاب وسنت پر عمل کرتے ہوئے گزاری۔

اس سلسلے میں جب کبھی فرماتے تو اپنی دلی آرزو کا اظہار اس طرح فرماتے میں نے جب چاہا کہ کسی دارالعلوم میں داخل ہو کر دینی علوم وفنون حاصل کروں لیکن حالات نے میرا ساتھ نہیں دیا، بزرگوں خصوصاً والد محترم کا ادب مانع تھا ورنہ جی تو یہ چاہتا تھا کہ خود ہی عربی درسگاہوں میں چلا جاتا اور اپنے ذوق وشوق کو کماحقہ پورا کرتا۔

قدرے توقف کے بعد ارشاد فرماتے آپ حصول علم دین کی میری دلی تمنا اس طرح پوری ہوئی ہے کہ خداوند قدوس نے اپنے فضل وکرم سے مجھے ایک علمی ادارہ دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول اپنے وطن براؤں شریف میں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جس کے ماحول میں صبح وشام قال اللہ وقال الرسول کے سرمدی نغمے گونجتے رہتے ہیں دور دور سے آنے والے طلبہ اس دارالعلوم میں آ کر اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ مجھے علماء وطلبہ کا یہ نورانی مجمع دیکھ کر بہت خوشی حاصل ہوتی ہے اور میں اس منظر کو دیکھ کر یہ یقین کرتا ہوں کہ میرے پروردگار نے میری تمنا علمی ماحول عطا کر کے پوری فرمادی ہے۔ مذکورہ بالا عبارت حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کے دینی جذبات واحساسات کا مفہوم وخلاصہ ہے آپ کی دلی کیفیات کیا ہوں گی کیا محسوس کی ہوں گی۔ اللہ عزوجل اپنے نیک واطاعت گزار بندوں کے اخلاص ونیت کو دیکھتا ہے اور جب انھیں کسی دینی ومذہبی عزم وارادہ میں مخلص پاتا ہے تو ان کا دامن گوہر مقصود سے بھر دیتا ہے اور ان پر اس درجہ نوازش

فرماتا ہے کہ انھیں اپنی طلب و جستجو سے بہت زیادہ مل جاتا ہے حضرت شعیب الاولیاء جب بے پناہ خواہش کے باوجود بظاہر مروجہ دینی علوم وفنون کا اکتساب کر کے عالم دین کی سند نہیں حاصل کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو علم لدنی سے نواز دیا اور ان کے نورانی سینے کو اسلامی معارف کا گنجینہ اور جذبہ عشق رسول کا مدینہ بنا دیا آپ کی عظیم و بابرکت شخصیت کا یہ وہ خاص وممتاز اعزاز و اشرف ہے جس کی ایک جھلک دیکھ کر وقت کے مقتدر و بلند پایہ علماء کرام ومشائخ عظام آپ کے ہاتھوں کو ادب واحترام سے بوسہ دینا اپنے لیے باعث فخر وسعادت تصور کیا کرتے تھے۔ مقصود جو ہیں خاص ہیں قابل تو بہت ہیں آئینہ کی مانند ہیں کم دل تو بہت ہیں۔

حضور شعیب الاولیاء کے مرشد گرامی:

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کے مسلم الثبوت بزرگ حضور محبوب الاولیاء شاہ محبوب علی علیہ الرحمہ ڈھلمئو (فیض آباد) امبیڈکر نگر کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان سے اجازت وخلافت بھی حاصل کی۔ ایک عرصہ تک حضرت محبوبِ علی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر روحانی وعرفانی فیوض و برکات حاصل کی۔ بعد ازاں انہیں کی نشان دہی پر آپ سلسلہ چشتیہ کے عظیم ترین بزرگ قطب الاقطاب حضرت شاہ عبداللطیف علیہ الرحمہ (سرکار ستھن شریف) کے پاس تشریف لے گئے جہاں حضرت شاہ عبداللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ نے آپ کو سلسلہ چشتیہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ سلسلہ نقشبندیہ سہروردیہ میں آپ کو حضرت شاہ سید عبدالشکور علیہ الرحمہ (جھونسی شریف) نے اجازت وخلافت سے نوازا۔

اس طرح آپ نے چاروں سلسلوں؛ سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، اور سلسلہ نقشبندیہ وسہروردیہ سے اجازت وخلافت حاصل کی۔

ریاضت و مجاہدہ:

حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ نے تقرب الی اللہ تزکیہ باطن اور ذہن وفکر کی پاکیزگی کے لیے جو نفس کشی اور ریاضت ومجاہدہ فرمایا تھا اس کی مثال ونظیر آپ کے ہم عصر مشائخ و بزرگان دین میں کم ہی ملتی ہے۔ صوفی سیٹھ محمد یوسف صاحب یارعلوی نانپاروی کا بیان ہے کہ حضرت کو کھانے میں مچھلی بہت مرغوب و پسندیدہ تھی اس لیے اہل عقیدت دسترخوان پر حتی الامکان تلی ہوئی اور شوربہ دار مچھلی کا سالن ضرور حاضر کرتے اچانک مچھلی کھانا آپ نے بغیر ظاہری سبب کے ترک فرمادیا۔ کسی مرید نے آپ کی دعوت کی اور کھانے میں مچھلی پیش کی مگر آپ نے اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا اور دسترخوان کی دوسری چیزیں تناول فرمانے لگے۔ میزبان نے عرض کیا کہ حضرت مچھلی نہیں کھارہے ہیں جو آپ کو بہت پسند ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہت دن گزر گئے ہیں، اب اس کا کھانا ترک کر دیا ہے، کھاتے کھاتے نفس اس کا عادی ہوتا جا رہا تھا، اس لیے اس کو زیر کرنے کی غرض سے ایسا کیا ہے، تا کہ اس کی سرکشی دب جائے اور وہ مجھ پر غالب نہ آسکے اور کوئی بات نہیں ہے۔ تمہاری محبت اور میزبانی اپنی جگہ پر ہے تم نے جس نیک نیتی سے میری دعوت کی ہے اس کا اجر وثواب تم کو ضرور ملے گا۔ صوفی محمد یوسف صاحب یارعلوی نانپاروی کا بیان ہے کہ حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ بکرے کا گوشت بہت پسند فرماتے اور بڑی رغبت سے کھاتے تھے اس کو بھی آپ نے ترک فرمایا تھا

حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ نے خود بیان فرمایا کہ ایک مرید کے یہاں دعوت تھی اس نے خاص طور پر بکرے کے گوشت کا انتظام کیا تھا دستر خوان لگایا گیا تو نفس بہت خوش ہوا اور اس کو کھانے کے لیے مجھے آمادہ کرنے کی بڑی کوشش کی تو میں نے گوشت کے برتن میں بس اپنی انگلی ڈال کر الگ کر لی اور نفس سے کہا کہ دیکھ بہترین گوشت میرے سامنے حاضر اور مجھے اس کے کھانے پر پورا اختیار بھی ہے لیکن اس کے باوجود میں گوشت نہیں کھاوں گا اس نے ہزار عاجزی اور منت وسماجت کی مگر میں نے ایک نہیں سنی اور وہ تڑپ تڑپ کر خاموش ہوگیا۔

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

حضور شعیب الاولیاء و واقعہ بیعت و خلافت:

عالی جناب صوفی محمد یوسف صاحب نانپاروی کا بیان ہے کہ آپ کے بڑے بھائی صوفی واجد علی عرف سادھو بابا بھی ایک بار سفر حج و زیارت میں ہمراہ تھے۔ حضرت نے تمام روپے پیسے ان کے سپرد فرما دیے تھے اور ضرورت کے وقت انھیں سے بقدر ضرورت طلب فرماتے تھے۔ مدینہ طیبہ میں جب حاضری ہوئی وہاں بھی یہی صورت قائم رہی۔ حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ جو بلاشبہ عشق رسول کا سراپا و پیکر تھے، آپ اپنے آقا مولی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیار پاک کے باشندوں کے ساتھ حسن سلوک کر کے ان کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ جس کا طریقہ آپ نے یہ اختیار فرمایا تھا کہ اس دور میں کئی سو ریال کا بیش قیمت وخوب صورت عبا زیب تن کر کے بیٹھتے تھے اور سادھو بابا سے ایک سو ریال لے کر مدینہ منورہ کے فقرا و مساکین میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ بعض بے تکلف لوگوں نے اظہار حیرت کرتے ہوئے حضرت شعیب الالیاء علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ مدینہ منورہ میں آپ نے یہ شاہانہ کروفر کیسے گوارا کیا، جب کہ آپ سادگی پسند ہیں؟ یہاں تو عجز وانکساری کا انداز ہونا چاہیے۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ کا یہ کہنا بالکل درست و بجا ہے لیکن امیروں کا یہ لباس اس نیت سے پہن لیتا ہوں تا کہ اہلِ مدینہ یہ سمجھیں کہ ہندوستان کا یہ کوئی بڑا مالدار آیا ہے، اس کے پاس چلیں اور اس کی داد و دہش سے فائدہ اٹھائیں۔ جب وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کی خدمت کر کے روحانی مسرت وخوشی محسوس کروں گا۔ میرے اس طرز عمل سے میرے آقا حضور مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر مجھ گنہگار کو اپنی نگاہ رحمت سے نواز دیں گے اور میرے خالی دامن کو گوہر مقصود سے بھر دیں گے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کا اہل مدینہ کے ساتھ یہ حسن سلوک بلا شبہ دیار رسول اسلام سے بے پناہ عشق ومحبت کا واضح ثبوت ہے کیوں نہ ہو یہ وہ مقدس سرزمین ہے جس کے بارے میں حضرت طیش صدیقی الہ آبادی اپنے مشہور نعتیہ کلام میں نغمہ سنج ہیں۔ ہر ذرہ یہاں پرتو حسن ازلی ہے جنت کا چمن ہے کہ مدینے کی گلی ہے۔ کئی روز تک یہی سلسلہ چلتا رہا کہ حضرت روزانہ سادھو بابا سے ایک سو ریال لیتے اور وہ سب فقرا مدینہ کو نذر کر دیتے۔ جب دس بارہ روز تک اسی طرح ہر روز ہوتا رہا تو سادھو بابا نے کہا "مولوی صاحب! ہم لوگ سفر میں ہیں، اگر روپئے ختم ہو گئے تو یہاں کون دے گا؟ سادھو بابا کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ خرچ میں احتیاط

کریں۔ حضرت یہ سن کر خاموش ہو گئے اور دوسرے روز سادھو بابا سے پیسے طلب نہیں کیے مگر آپ کے معمول میں فرق نہیں آیا، آپ نے سو ریال تقسیم فرمائے۔ جب اسی طرح کئی روز گزر گئے تو سادھو بابا کو سخت حیرت ہوئی کہ مولوی صاحب یعنی حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ مجھ سے روپے نہیں مانگ رہے ہیں تو روزانہ یہ روپئے آپ کو کہاں سے مل رہے ہیں جب کہ حضرت کے پاس روپئے پیسے نہیں تھے جو کچھ تھا سب مجھ کو دے دیا تھا۔ حضرت کے دست غیب کے اس واقعہ کو دیکھ کر سادھو بابا کہنے لگے کہ جب خدا اور رسول ان کو عطا فرما رہے ہیں تو میرے روکنے سے کیا فائدہ جھولیاں سب کی بھرتی رہتی ہیں مگر دینے والا نظر نہیں آتا، سادھو بابا نے اس سفر حج و زیارت میں اس قسم کی حضرت کی متعدد کرامتیں دیکھ کر حضرت سے کہا کہ مجھے مرید کر لیجیے۔ حضرت پہلے تو اس پر راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ سادھو بابا آپ نے کیا دیکھا؟ سادھو بابا نے کہا اپنی آنکھوں سے بہت کچھ دیکھ لیا ہے۔ اب مزید دیکھنے کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔ ان کے اصرار شدید پر حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ نے ان کو ریاض الجنہ میں داخل سلسلہ فرما لیا۔

آپ کے شمائل و خصائل:

خشیت الٰہی آپ کا شیوہ، خوف خداوندی آپ کا شعار تھا، حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ متواضع منکسر المزاج شخص تھے علم کے ساتھ حلم کے پیکر اور بردبار تھے۔ مواخات اسلامی کے سائے میں ہمیشہ زندگی گزارتے تھے آپ متنوع، انسانی خوبیوں اور اخلاق جمیلہ کا ایک مجسم پیکر تھے۔ آپ کی نگاہیں شرم وحیا کی عکاسی کرتیں، اور ہمیشہ نیچی رہتیں، اور بقدر ضرورت وہ کبھی کبھار ہی اوپر اٹھتیں، مزاج میں بڑی نرمی، اور طبیعت میں نمایاں سنجیدگی تھی۔ آپ نہایت شائستگی اور سبک خرامی سے چلتے، آپ اس وقت متانت و سنجیدگی، خوش پوشی اور نستعلیقیت کا مجسمہ نظر آتے، اور جب آپ خانقاہ میں میں مسند ولایت پر تشریف فرما ہوتے، تو ایسا لگتا کہ علوی خاندان کا ایک نہایت حسین و جمیل پھول کسی درخشاں اور دلکش گلدستے میں بڑے قرینے سے رکھا ہوا ہے۔ علم و فضل، تواضع و شفقت، حلم و عفو، حیا و وقار، عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، عفو و وفا، جود و سخا، الفت و مروت، بردباری و کسر نفسی اور اخلاق حسنہ وغیرہ جملہ صفات عالیہ آپ کی ذات میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ آپ ساری زندگی خلوص وللہیت کے ساتھ دین اسلام کی ترویج و اشاعت، اور وعظ و نصیحت کی صورت میں مسلک اعلیٰ حضرت کی حقیقی خدمت کرتے رہے۔ آپ نے اپنے بعد والوں کے لیے خدمت دین اور اتباع شریعت کے حوالے سے ایسے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت خدام دین، داعی دین کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ نے ارشاد فرماتے ہیں: "باطنی نجاستیں جھوٹ اور غیبت وغیرہ سے طہارت حاصل کرنا ہو تو توبہ واستغفار کرے اور ذکر نفی و اثبات اور تصور شیخ کا عمل کرے۔ لیکن یہ عمل بھی اس وقت کارگر اور مفید ثابت ہوگا جب توبہ کرنے کے بعد تمام فرائض و واجبات اور سنن۔ کدہ کا سختی سے عامل ہو کر جملہ محرمات سے خود کو حتی المقدور محفوظ و مامون رکھے گا۔ تو اس سے قلب و روح اور ضمیر باطنی کثافتوں اور روحانی آلودگیوں سے پاک وصاف ہو کر مجلی و مصفی ہو جائے گا۔ اس وقت نیک اعمال کی طرف دل کا میلان ہوتا ہے

اور گناہوں سے نفرت و بیزاری ہونے لگتی ہے۔

حلیہ مبارکہ:

وجیہ و شکیل، متوسط قد، چہرہ مبارکہ گول، آفتابی رخسار، بھرے ہوئے پیشانی، فراخ روشن بینی پر نور متوسط، رنگ گورا، چشمان مبارک درمیانی، ریش مبارک مشروع گھنی اور گول جن کے اکثر بال سفید ہو چکے تھے کچھ سیاہ بال باقی رہ گئے تھے۔ دندان مبارک صاف شفاف، دستہائے مبارک متوسط نرم و نازک، سینہ مبارک صاف اور فراخ، پائے اقدس متوسط نرم و نازک جسم مبارک نرم و گداز، قدرے فربہ، رفتار صوفیانہ، لباس و وضع میں سادگی، ہر بات میں بے ساختگی خلوت و جلوت میں یکساں از سر تا بقدم ہر عضو موزوں، آواز شیریں گفتگو متوسط آواز سے کرتے، آپ کا کلام مختصر مگر جامع، ہونٹوں پر تبسم، چہرے پر ترحم جس کسی سے خلاف شرع امر سرزد ہو جاتا تو اس کو آپ سرزنش فرماتے۔ " الحب فی اللہ و البغض فی اللہ" آپ کا شیوہ تھا۔۔۔

زہد و تقوی: حضور شعیب الاولیاء نمازوں کی سنتیں قیام گاہ ہی پر ادا کر کے نماز پنجگانہ باجماعت پابندی کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے۔ نماز فجر کے بعد قیام گاہ پر تشریف لاتے اور اشراق و چاشت تلاوت کلام پاک اور حسب معمول اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر ناشتہ کرتے اور اگر کچھ لوگ موجود ہوتے تو ان کی حاجتیں معلوم کرتے۔ مسائل شرعیہ اور بزرگان دین کی تعلیمات فرماتے اور حسب موقع ناصحانہ کلام کرتے۔ دوپہر کو کھانے کے بعد قیلولہ فرماتے اس کے بعد غسل و تبدیل لباس فرماتے نماز ظہر ادا کرتے اور وظائف میں مشغول رہتے۔ عصر کی نماز کے بعد حاضرین جماعت کے ساتھ ختم خواجگان پڑھتے۔ پھر دلائل الخیرات وغیرہ پڑھنے میں مغرب تک مصروف رہتے۔ نماز مغرب میں صلوۃ الاوابین پابندی سے پڑھتے عشاء کی نماز پڑھ کر کھانا تناول فرماتے اور کچھ دیر تک حاضرین معتقدین وارباب محبت سے عام طور پر دینی و مذہبی گفتگو فرماتے۔ نماز جمعہ کا آپ عید کی طرح اہتمام فرماتے۔ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے اور وعظ و تقریر سننے کے لیے آپ کی آمد کی خبر پا کر متصل گاؤں حیدر آباد (بستی سے) حاجی رجب گھراو بیگ شیخ محمد صدیق مولوی رحمت شیخ صبہ اصل محمد (شکاری) اور کھڑاوں (گونڈہ) کے علی رضا خاں وغیرہ سکندر پور کی جامع مسجد میں ضرور آتے۔ اس کے علاوہ دوسرے وقتوں میں بھی یہ لوگ حضور شعیب الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ دوسرے پوروہ کے خاص عقیدت مندوں اور خدمت گزاروں میں وزیر چودھری سالار دین چودھری حافظ جان علی جگنو میاں اور حبیب (بشارت دفالی کے والد) زیادہ پیش پیش رہتے تھے۔ وزیر چودھری بڑے بارعب اور وجیہہ تھے۔ ان کو حضور شعیب الاولیاء سے والہانہ عقیدت تھی۔ سالار دین چودھری بھی حضرت کا حد درجہ قدر و عزت کرتے اور آپ کے خاص نیاز مندوں میں تھے۔ حافظ جان علی مرحوم صوم و صلوۃ کی پابندی کے ساتھ درود شریف بکثرت پڑھا کرتے میلاد کی محفلوں میں بہت سے شریک ہوتے اور برابر درود شریف پڑھتے رہتے۔

حضرت شعیب الاولیاء مرشد برحق:

مؤرخ اسلام علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی، شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان:۔ مسلمانوں کے لیے برصغیر ہند کے دروازے تو مسلم فاتحین نے

کھولے مگر اس سرزمین پر اسلامی دور کا آغاز مشائخ طریقت کے ورود سے ہوا، مرشدین برحق کے قافلے عرب و عجم سے سر فلک پہاڑوں پر پیچ وادیوں اور پرخطر صحراؤں کو عبور کر کے جنگ و چمن کے سبزہ زاروں میں داخل ہوئے اور ظلمت و کفر کے گہوارے میں شمع ہدایت کی تجلیاں پھیلائیں، مسلم سلاطین و امرا اپنی حکومت کے استحکام بر سرپیکار رہے، لیکن صاحب سجادہ بزرگوں اور دلق پوش درویشوں نے عوام کے درمیان رہ کر دعوت الی الخیر کا کام کیا اور ایمان و اسلام کی سیاسی بساط بچھائی، سیاسی غلطیوں نے مسلم سلاطین وامرا کی حکومتوں کو خاتمہ کر دیا۔ مگر روحانی فرمان رواو کے عظمت واقدار کے سکے چل رہے ہیں۔ جن کے پرخلوص جدو جہد سے آج بھی ہندوستان کے چپہ چپہ میں اسلام کی شمع ہدایت روشن ہوئی اور انھیں کی مساعی جمیلہ سے یہاں کے گوشے گوشے میں سلاسل تصوف کی مختلف شاخیں برگ و بار لائیں اور اسی زرخیز زمین میں تصوف کے مستقل چمن آباد ہوئے۔ بعد کی صدیوں میں ہندوستان کے اندر بیعت و ارشاد کے سلسلے تو قائم رہے لیکن تاثیر واصلاح مفقود ہوگئی، خانقاہ نشین ارباب طریقت کو اصلاح کیا کرتے تھے، وہ خود اصلاح وتقوی سے تہی دست تھے چنانچہ ایسے ہی پیشہ ور پیروں کے بارے میں حضور شعیب الاولیا علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے تھے :

جو پیری مریدی کرنے والے اپنے مریدین کو ہی ذریعہ معاش بنا لیتے ہیں ان سے اور کسی کو کیا فیض مل سکتا ہے، وہ تو خود اپنی جگہ پر دوسروں کے محتاج ہیں۔ (تذکرہ شعیب الاولیاء ص (62)

ان نازک حالات میں ایسے مشائخ کی ضرورت تھی، جو دین و شریعت کی بنیاد پر طریقت کا روحانی قصر تعمیر کریں اور عوام کی اصلاح باطن کا فرض انجام دینے کے ساتھ ساتھ تصوف کی ان صالح قدروں کا احیا کریں جنہیں ہوا پرست مشائخ نے مٹا دیا تھا۔ وہ عظمت مآب مشائخ وصوفیا جنہوں نے خالص اسلامی تصوف کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی اور تربیت نفس وتزکیہ باطن کا مہتم بالشان فریضہ انجام دیا۔ ان میں سراج الاصفیاء حضور شعیب الاولیا حضرت سیدنا شاہ محمد یار علی صاحب علیہ الرحمہ کی مقتدر و مقدس ہستی بھی ہے۔ آپ نے اپنے بیعت و ارشاد کا سلسلہ جلب منفعت یا ذاتی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اختیار نہیں کیا، بلکہ وہ اس منصب کی اہلیت رکھنے کے باوجود بھی اپنی طرف مائل ہونے والے لوگوں کو مرید نہ کرتے اور دوسرے مشائخ کی نشاندہی فرماتے لیکن علما و مشائخ کے اصرار پر جب آپ نے مسند بیعت و ارشاد کو زینت بخشی، تو آپ کے فیوض روحانی سے فکر و عمل کا ایک صالح انقلاب پیدا ہوا۔

تبلیغ وارشاد:

ایک مصلح اور مبلغ دین کا مقصد صرف کسی حقیقت کو ظاہر کر دینا ہی نہیں، بلکہ اس کے اظہار کے لیے پرکشش اسلوب بھی ضروری ہے، تاکہ جو لوگ قبول حق کی صلاحیت رکھتے ہیں، اسے بلا تامل قبول کر لیں اور اس مقصد کا لازمی تقاضا یہ ہے، کہ دعوت کی زبان موثر اور داعی کا طرز کلام فطری اور دل نشیں ہو، لیکن یہ صفت مصنوعی نہ ہو، کیونکہ صنعت گری ملمع سازی بظاہر کتنی ہی دلکش ہو اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا، اسی لیے حق کی دعوت دینے والے ان نمائشی صناعیوں سے اپنے بیان کو آلودہ نہیں کرتے۔ تبلیغ و ارشاد کے کام کے لیے دقیق علمی وفنی طرز کلام موزوں نہیں مختلف طبیعت و مزاج رکھنے والے لوگوں کے سامنے وہ جس حقیقت کا اظہار کرے اس کا کوئی پہلو گنجلک نہ ہو اور اس کا اسلوب بیان ایسا دلکش و دل آویز ہو کہ دل کی گہرائی میں اتر جائے، اجمال و

ابہام یا غیر ضروری طوالت، استعارات وتشبیہات کی کثرت اور عقل آزما تلمیحات کی زیادتی تثقیل وغیر مانوس الفاظ کی بھر مار سے پرہیز کرے، اس کے کلام میں نرمی و دل سوزی ہو اور لفظ لفظ سے امرت ٹپکتا ہو۔ چنانچہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی فرماتے ہیں: شیخ کو چاہیے کہ وہ مریدوں کے ساتھ ایسا مختصر اور محبت بھرا کلام کرے، جیسا ایک شفیق باپ اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے، جو اس کے دین و دنیا کی فلاح و بہود کے لیے ہوتی ہے۔ (عوارف المعارف ص 573) حضرت شعیب الاولیا کی تبلیغ واشاعت حق کا انداز، موعظت ونصیحت کا پیرایہ ترغیب وترہیب کا طرز اسی اسلوب دعوت کا آئینہ دار تھا، آپ سادہ، عام فہم زبان میں کلام فرماتے، لہجے کی نرمی دل کو مسخر کر لیتی اور گم گشتہ راہ کسی ضد کے بغیر اپنی اصلاح کے لیے آمادہ ہو جاتا۔ آپ اپنے کلام کو ہر اس چیز سے پاک رکھتے جو مخاطب کے اندر ضد اور مخالفت کا جذبہ پیدا کرے، وہ اپنی برتری یا مخاطب کی غلطیوں پر بانداز استخفاف تنقید نہیں کرتے، بلکہ نرمی و ہمدردی سے نصیحت فرماتے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے واعظین شعلہ بار خطبا کی علمی نکات سے بھری ہوئی تقریریں سامعین پر وہ اثر نہ دکھا سکیں، جو حضرت شعیب الاولیا کے مختصر بے تکلف جملے اپنا کام کر گئے۔ ذیل میں ہم کچھ ایسی ہی تربیتی نصیحتیں پیش کریں گے، جو باطنی اصلاح کے لیے آب حیات کا اثر رکھتی ہیں۔

(1) حضرت کے ایک ارادت مند براؤں شریف آئے، دوران قیام نماز باجماعت اور دیگر اذکار وعبادات کے پابند رہے، جبکہ اپنے وطن میں ان کی نماز بھی فوت ہو جایا کرتیں، براؤں شریف کے اثنائے قیام ایک بار حضرت شعیب الاولیاء نے ان سے فرمایا: جس طرح احاطہ پاک میں پابند شرع بن کے رہتے ہو ایسے ہی اپنے وطن میں رہو، اس مختصر پر تاثیر جملے نے شخص مذکور کو نماز و اذکار کا اس درجہ پابند بنا دیا، کہ وہ عمر بھر نماز باجماعت کی ادائیگی سے بے پرواہ نہ ہوئے، سفر میں ہوں یا حضر میں نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ (ماہنامہ فیض الرسول جون جولائی 94/ص 6)

(2) حضرت شیخ العلماء کا بیان ہے، کہ ایک بار احاطۂ فیض الرسول میں کوئی ضرورت مند آیا اور اس نے مجھ سے اپنے لیے تعویذ لیا اور پانچ روپیہ بطور نذرانہ دے کر چلا گیا۔ اس واقعہ کی خبر کسی کو بھی نہ تھی مگر جب میں ظہر کی نماز کے لیے مسجد میں پہنچا، تو حضرت شعیب الاولیا نے مجھ سے فرمایا: شیخ العلما صاحب! ہم نے آج تک کسی کو تعویذ دے کر نذرانہ نہیں لیا، ہمارا خیال ہے کہ اس طرح نذرانہ لینے میں معاوضہ اور اجرت کی بو آرہی ہے۔ ایسی عادت سے نفس حریص ہو جائے گا، زبان سے معاوضہ طلب نہیں کرے گا، تو بھی دل میں معاوضہ لینے کی خواہش پیدا ہو جائے گی، پھر یہ خدمت خالصاً لوجہ اللہ نہ ہوگی۔ (ایضا) یہ بیان اس دین پرور شیخ طریقت کا تھا، جس نے دنیا کو ترک کر دیا تھا۔ جس کا دامن حرص وطمع کے داغوں سے پاک تھا اور جس کا مطمح نظر یہ تھا۔ مرید اپنے پیر کا معنوی بیٹا ہوا کرتا ہے، اس لیے مرید کے پاس ہو تو پیر کھائے اور پیر کے پاس ہو تو مرید کھائے (تذکرہ شعیب الاولیا ص 63)

یہ محض بیان نہیں تھا، بلکہ آپ کی زندگی اس کی عملی تعبیر بھی تھی، نذرانے اور فتوحات کی بھی حرص نہ کی اور جو کچھ آیا، اسے جمع نہیں کیا بلکہ اپنے اس قول پر عمل پیرا رہے بندہ کو ایک بندہ دے تو اسے دوسرے حاجت مندوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ حضور شعیب الاولیا نے دعوت الی الخیر اور نہی عن المنکر کو اپنی زندگی کا فرض عین قرار دیا تھا وہ جہاں جاتے یہ مقصد ان کے ساتھ جاتا اور ان کی زندگی

کے ہر عمل میں اس کی شرکت لازمی تھی سفر میں ہوں یا حضر میں، امن کا دور ہو یا اضطراب و انتشار کا زمانہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اور عمل کا ہر رخ یہ جذبہ خیر لیے رہتا، ان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، غرض ہر کام اپنے اندر دعوت الی اللہ کا معنوی مقصد پوشیدہ رکھتا تھا، جس سے بیعت وارشاد کا روحانی نظام عبارت ہے۔

دیدہ و دل کے اندھیروں میں اُجالا کر دیا
اٹھ گئی جس پر نظر اللہ والا کر دیا

حضور شعیب الاولیاء اور نماز با جماعت کا جائزہ:

آپ کی نماز باجماعت مع تکبیر اولیٰ کی پابندی کا پس منظر یوں ہے کہ حضور شعیب الاولیاء ایک بار اپنے مرشد اجازت قطب الاقطاب سیدنا شاہ عبد اللطیف علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت ہوتے وقت حضرت قطب الاقطاب نے سرکار شعیب الاولیا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس طرح ارشاد فرمایا "میاں نماز تو نماز جماعت تو جماعت جب تکبیر اولی نہ چھوٹے، یہی نماز اللہ تعالیٰ سے ملا دے گی"۔ حضرت شاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے یہ چند جملے سرکار شعیب الاولیا علیہ الرحمہ کے لیے پتھر کی لکیر بن گئی۔ اس واقعہ کو کم و بیش اڑتالیس (48) سال گذر گئے تھے لیکن سفر و حضر، صحت و مرض، مصروفیت و فراغت کی حالت میں بھی شیخ طریقت کے ناصحانہ کلمات کو اپنی زندگی کا اہم معمول بنائے رکھا یعنی نماز تو نماز جماعت تو جماعت کبھی تکبیر اولی بھی آپ سے فوت نہ ہوئی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

یوں تو آپ کی زندگی گوناگوں خوبیوں کی حامل تھی مگر آپ کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ براؤں جیسی بنجر زمین کو گلستان علم و حکمت بنادیا جس فضا میں کبھی مندروں کے لے گھنٹیوں اور جھجن کی آوازوں کا شور رہتا تھا اسے قال اللہ وقال الرسول کے نغمہ ہائے جاں فزا سے معمور کر دیا اور ایک سچا عاشق رسول ہونے کے ناطے اس کا نام "دار العلوم اہلسنت فیض الرسول رکھا۔ سرکار شعیب الاولیاء کے قائم کردہ ادارہ سے آج بھی تشنگان علوم نبویہ سیراب ہو رہے ہیں اور اس چمن سے ایسے ایسے ہیرے جواہرات وجود میں آئے جو یگانہ روزگار بنے جن کے علم و فضل کا ڈنکا ہندو پاک ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں بج رہا ہے علم و حکمت کے اس عظیم قلعے کی بنیاد حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ نے رکھ کر امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا جو آج علم و فضل اور حکمت و دانائی اور مسلک اعلی حضرت کے لیے خوش عقیدہ اداروں کے ساتھ نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ حضور شعیب الاولیاء، امام العشاق مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ اپنی زندگی کے ہر موڑ پر چاہے عقیدت مندوں کا ہجوم ہو یا تخلیہ، تنہائی ہو یا انجمن امام اہلسنت سے شدید وابستگی کا اظہار فرماتے اور اپنے خلفاء و مریدین، متوسلین کو مسلک اعلیٰ حضرت پر چلنے کی تاکید بھی فرماتے رہتے اور بعد وفات بھی آپ کے قبہ مزار کے دروازہ پر نصب سنگ مرمر کی تختی پر آج بھی "شیدائے اعلیٰ حضرت کی عبارت فاضل بریلوی کی مقدس ذات کے ساتھ بے پناہ وابستگی

کا واضح اعلان ہے۔شعیب الاولیاء شیخ المشائخ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین اعلائے کلمتہ الحق اور روحانی فرائض کی بجا آوری میں بسر کر ڈالی۔

اعلی حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے والہانہ عقیدت:

حضور شعیب الاولیاء کو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے بے پناہ عقیدت تھی اور مسلک اعلی حضرت پر سختی سے پابند تھے اور یہ عقیدت اس وقت سے اور بھی زیادہ ہوگئی جب مظہر اعلی حضرت، حضرت شیر بیشہ اہل سنت مولانا مفتی محمد حشمت علی خان صاحب علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی اور مناظروں وغیرہ میں اپنے ہمراہ لے کر دورہ کرایا۔حضرت شعیب الاولیاء، حضرت شیر بیشہ اہلسنت کی حق گوئی، حاضر جوابی اور تبحر علمی کے بہت زیادہ مداح تھے۔ہندوستان کے مزارات اولیاء کی حاضری کے تاریخی اور نورانی سفر میں جب آپ بریلی شریف اعلیٰ حضرت کے مزار پر حاضر ہوئے تو فاتحہ خوانی کے وقت آپ کے دل و دماغ پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہوئی، آنکھیں بند ہوتیں اور چہرہ آنسوؤں سے ڈوبا ہوا ہوتا۔اس واقعہ کو خود حضور شعیب الاولیاء نے اس طرح بیان فرمایا کہ اعلی حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مزار پاک پر حاضری و فاتحہ خوانی کے وقت مجھ پر ایک گہری کیفیت طاری ہوگئی تھی جس کا نقشہ میں الفاظ میں نہیں کھینچ سکتا۔ عارف باللہ، عالم باعمل عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مجدد دین وملت کو اس وقت گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ کی خصوصی دعوت پر آپ بریلی شریف عرس رضوی میں شریک ہو چکے ہیں اس کے بعد آپ کے جانشین و مظہر شیخ طریقت حضرت خلیفہ صاحب محمد صدیق احمد علوی قادری چشتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ برابر عرس رضوی میں بریلی شریف تشریف لے جاتے تھے۔

حضور شعیب الاولیاء کے روحانی تصرفات:

حضور شعیب الاولیاء حضرت الشاہ محمد یار علی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانی تصرف کے واقعات و کرامات بے شمار ہیں جو آپ کے مقرب بارگاہ خدا ہونے پر شاہد و عدل ہیں مگر کسی بزرگ شخصیت میں کشف و کرامات دیکھنے سے پہلے اس میں اتباع شریعت، استقامت، تصلب فی الدین کی تلاش از بس ضروری ہے کیونکہ درحقیقت وہی معیار بزرگی ہیں اس معیار پر حضرت شیخ المشائخ کی ذات والا صفات پوری طرح منطبق تھی اور وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آپ مرتاض خاصان خدا میں سے تھے لیکن جہاں تک کشف و کرامات کا تعلق ہے حضرت شعیب الاولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ میں اس بات کی بھی کمی نہیں۔شارح بخاری، نائب مفتی اعظم ہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں کہ خود میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ گزرا ہوا ہے کہ میں اسے سوائے کرامت و تصرف کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ابتداء شوال 1485ھ میں مجھے بعض بے بنیاد خبریں ملیں تو میں نے یہ طے کرلیا کہ میں براؤں کبھی نہیں جاؤں گا۔اگر چہ تحقیق کے بعد یہ خبریں بالکل غلط ثابت ہوئیں۔اسی سال حضرت مفتی اعظم ہند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی فیض الرسول کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی دعوت منظور فرمائی تھی جو یکم ذی قعدہ کو ہوا کرتا تھا حضرت کے کلمات سے ایسا ترشح ہوا کہ حضرت اس سفر میں کفش برداری کے لیے مجھی کو لے جانا چاہتے ہیں۔

میں نے واقعہ عرض کر کے نہایت صفائی سے عرض کر دیا کہ میں براؤں نہیں جاؤں گا۔حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلطانِ وقت ہیں، انہیں خدام کی کیا کمی۔ برادرم محمد ناصر صاحب حضرت کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے لیکن عجب بات ہوئی کہ میں نے اپنی فطری تند مزاجی کی بنا پر یہ کہہ دیا تھا کہ براؤں نہیں جاؤں گا لیکن جب وہ وقت قریب آیا تو عجیب اضطراب پیدا ہو گیا اور دل کھنچنے لگا مگر سنی ہوئی بات کا تقاضا اور اپنی کہی ہوئی بات کا پاس کہ اب میں براؤں جانا بے غیرتی سمجھتا تھا لہذا ایک دفعہ منہ سے نکل گیا کہ میں تو نہ جاؤں گا شاہ صاحب، صاحب تصرف ہیں تو خود بلالیں۔حضرت کی روانگی 29 شوال کی شب میں لکھنو ایکسپریس سے تھی جو تین بجے صبح بریلی سے چھوٹتا تھا۔ناصر میاں تیار ہو گئے سامان لے کر عشاء کے وقت ہی آ گئے اور اب میرے جانے کا کوئی سوال ہی نہیں لیکن دو بجے روانگی کے وقت رکشہ آیا سامان زیادہ تھا اس لیے دو رکشے آئے ایک میں سامان کے ساتھ ناصر میاں بیٹھ گئے دوسرے میں تنہا حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھے میرا اسٹیشن جانے کا بھی ارادہ نہیں تھا لیکن حضرت کو رکشہ میں تنہا اسٹیشن جانا مجھے مناسب معلوم نہ ہوا، میں حضرت کے ہمراہ رکشے میں بیٹھ گیا، اس نیت سے کہ گاڑی میں بٹھا کر میں واپس چلا آؤں گا۔ناصر میاں اچھے خاصے تندرست تھے جب ہم اسٹیشن پہنچے تو وہ کمر پکڑے ہوئے بے چین ہیں۔معلوم ہوا کہ درد گردہ ہو رہا ہے۔اب کیا کیا جائے وقت اب نہیں کہ کسی اور کو ساتھ کیا جائے مجھے خیال آیا کہ یہ اتفاقی بات نہیں بلکہ مجھے بلانے کا بہانہ ہے میں باوجود بے سروسامانی کے نہ بستر ہمراہ ہے اور نہ سوائے بدن کے اور کپڑے ہیں میں حضرت کے ہمراہ براؤں شریف آ گیا۔اور خبر لینے پر پتہ چلا کہ ناصر میاں کا درد کچھ دیر کے بعد ہی کافور بھی ہو گیا۔سبحان اللہ بتائیے اسے میں سوائے کرامت کے اور کیا کہوں! میرے محب و مخلص جناب مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم صاحب بھی گھر جاتے ہوئے ساتھ ہو گئے تھے وہ ان سب باتوں کے چشم دید گواہ ہیں، ان وجوہ کی بنا پر میں بلا جھجک کہہ سکتا ہوں کہ حضرت شاہ صاحب کی ذات اس زمانے میں کبریت احمر سے بھی زیادہ قیمتی تھی۔ بلا شبہ مسند ارشاد و ہدایت پر اسلاف کرام کے سچے جانشین تھے۔(ماہنامہ فیض الرسول، جنوری، فروری 1980ء)

وصال پُرملال:

حضور شعیب الاولیاء شیخ المشائخ نے اپنی پوری زندگی دین متین کی خدمت اعلائے کلمۃ الحق اور روحانی فرائض کی بجا آوری میں بسر کرتے ہوتے ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۶۷ء کا دن گزار کر شب میں ایک بج کر پچیس منٹ پر نماز عشا با جماعت ادا کرنے کے بعد مالک حقیقی سے وصال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ براؤں شریف میں واقع آپ کا روحانی مرقد اہلِ دل کے لیے مرکزِ عقیدت اور منبعِ برکات ہے رب تعالٰی حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کی تربتِ انور پر اپنی انوار و تجلیات کی بارشیں نازل فرمائے، اور ہمیں ان کے روحانی فیضان سے مالامال فرمائے۔آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

از : مفتی محمد اشفاق عالم امجدی علیمی

بچباری آباد پور کٹیہار (بہار

حضور شعیب الاولیاء اور براؤں شریف

از : مولانا سمیر احمد الفیضی الازہری قاہرہ مصر

جب بھی برِّ صغیر کی روحانی فضا کے مرکزی مظاہر کا تذکرہ ہوتا ہے، تو بغداد کی بزمِ جنید و شبلی، اجمیر کی درگاہِ خواجہ، اجودھن کا قافلۂ فرید، اور بریلی کی علمی وفکری قیادت آنکھوں میں ایک قوسِ قزح کی طرح جلوہ گر ہوتی ہے۔ انہی تابندہ میناروں میں ایک درخشندہ وادی "براؤں شریف" بھی ہے، جس کو انتساب فضیلت ایک ولیٔ کامل، ہادیِ سلوک، مربِی باطن شیخ المشائخ شعیب الأولیاء لقدرضی المولی عنہ بانیٔ ادارہ مرکز علم وفن دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف کے قدومِ میمونہ سے ملی۔

یہ خانقاہ جس کی عمر کو تقریباً ساٹھ سال ہے، مگر اثر و فیضان کی وسعت میں صدیوں کو مات دے چکی ہے۔ اور یہ نسبت اتنی گہری، اور یہ ربط اتنا لازم و ملزوم ہے کہ جب کبھی "براوں شریف" کا نام لب پر آتا ہے، تو ذہن شعیب الأولیاء، اور دارالعلوم فیض الرسول براوں شریف کی طرف مائل بہ پرواز ہوجاتا ہے، اور جب "شعیب الأولیاء" کہا جائے، تو لاشعور فوراً براوں شریف، اور وادیٔ علم وفن گلشن شعیب الاولیاء کی مقدس فضاؤں میں جا ٹھہرتا ہے۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ براوں شریف کی روحانی شناخت اور عزت و توقیر، اس وقت عالم وجود میں وارد ہوئی جب یہ حضور شعیب الأولیاء لقدرضی المولی عنہ کا مسکن ولایت بنا۔ اس سے پہلے یو پی کا ضلع سدھارتھ نگر ایک گمنام سا گوشہ تھا، لیکن شیخ المشائخ حضور شعیب الاولیاء کی اقامت نے اس خاک کو افلاک کے ہم دوش کر دیا۔ براوں شریف، اگرچہ جغرافیائی طور پر ایک سادہ وادی، ایک چھوٹا سا گاوں ہے؛ مگر عرفانی بصیرت رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ مقام ازمنۂ سابقہ سے لے کر آج تک، ایک باطنی روشنی کا مینارہ ہے۔ یہاں ہر ذرہ ذکر وفکر سے سرشار ہے، ہر دیوار علم وعمل کا ترجمان ہے، اور ہر سانس فقر و خدمت کی سعی لا حاصل نہیں بلکہ کامیاب نظم ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں تصوف، فقط خرقہ وکشف کی نمود سے نکل کر، نظام سازی، تربیت وتدبیر کی ایک مستحکم شاہراہ میں ڈھلتا ہے۔ شعیب الأولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان اور براوں شریف کی باہمی نسبت ایک ایسا ربطِ عرفانی ہے، جس میں کئی رموز و باریکیاں پنہاں ہیں وہ باریکیاں جو اس خانقاہی نظام کو دیگر تمام سلاسل و مقامات سے ممتاز کرتی ہیں، اور ایسی انفرادیت روحانی عطا کرتی ہیں جو الفاظ میں قید نہیں کی جاسکتی، صرف ذوقِ عشق سے محسوس کی جاسکتی ہے۔

عاشق اعلیحضرت شعیب الأولیاء لقدرضی المولی عنہ کی ذاتِ مبارکہ کی سب سے نمایاں اور انوکھی جھلک یہ ہے کہ آپ نے محض کشف و کرامت کی وقتی جلوہ سامانیوں کو مقصدِ ولایت نہیں بنایا، بلکہ تربیت، تعلیم اور تنظیم کو اپنے خانقاہی نظام کی بنیاد قرار دیا۔ آج جہاں بیشتر خانقاہیں محض ذکر و ورد، مجذوبیت اور خوابوں کے تذکرے تک محدود ہو چکی ہیں، وہاں آپ نے ایک ایسا متوازن اور عقلی خانقاہی ماڈل پیش کیا جو: تعلیم دیتا ہے، مگر تقلیدِ سلف کے سایہ میں تصوف سکھاتا ہے، مگر سنتِ نبوی کے سانچے میں خدمت پر آمادہ کرتا ہے، مگر شعور وفہم کے ہمراہ آپ محض ایک

عالمِ ربانی یا صوفیِ سالک نہ تھے، بلکہ عالم پرور، مربیِ کامل، اور ولی گر تھے۔ ایسے روحانی صانع، جن کے فیضانِ صحبت اور تربیتِ کاملہ سے علم و عمل، فقہ و عرفان، دعوت و سیاست کے آفتاب و ماہتاب چمکے۔ اگرچہ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں بیش بہا کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں، مگر ان کرامتوں کی سب سے اعلیٰ شکل وہ ذی شعور، باشعور اور دردمند انسان تھے جو آپ کی سنگت میں پروان چڑھے یہ وہی شخصیات ہیں جو شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضانِ تربیت کا مظہرِ جمیل ہیں:

جو بدرالدین تھے، وہ آپ کی توجہ سے بدرِ ملت بنے

؛ جو جلال الدین تھے، وہ آپ کے فیض سے فقیہِ ملت کہلائے؛

جو غلام جیلانی اعظمی تھے، وہ شیخ العلماء کے منصب پر فائز ہوئے؛

جو غلام انجم تھے، وہ انجم العلماء بن کر علمی کہکشاں میں چمکے؛

اور جو قدرت اللہ تھے، وہ آپ کے زیرِ تربیت حجۃ العلم بنے۔

یہ وہ کرامتیں ہیں جو زمین پر چلتی ہیں، درسگاہوں میں بولتی ہیں، منبروں سے روشنی دیتی ہیں اور قلوب کو منور کرتی ہیں۔

بیشتر اولیائے کرام اپنی نسبتی عظمت سے پہچانے جاتے ہیں۔ کوئی کسی جلیل القدر شیخ کا فرزند ہوتا ہے، کوئی بلند مرتبت پیر کا مریدِ خاص، اور کوئی کسی مستند سلسلۂ طریقت کا دعویدار؛ مگر شیخ المشائخ حضور شعیب الاولیاء لقد رضی المولی عنہ کی شخصیت صرف اس نسبتِ نورانی پر موقوف نہیں آپ کی اصل امتیاز آفریں شان، نسبتی عظمت کے ساتھ ساتھ، آپ کا وہ نظامی و انتظامی اثر ہے، جو آپ کے کردار کا منفرد مظہر ہے۔

آپ نے صرف روحانی نسبت یا بزرگوں کے دامن سے وابستگی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ ایک منظم فکری، تعلیمی، تربیتی اور عملی نظام کی داغ بیل ڈالی، جس نے براؤں شریف کو تصوف کا مرکز، علم کا قلعہ، اور باطن کا چراغ خانہ بنا دیا۔ یہی وہ مردِ کارواں تھے جنھوں نے دارالعلوم فیض الرسول کی بنیاد رکھی ایسا ادارہ جو درسِ نظامی کے سانچے میں فقہی بصیرت، روحانی تہذیب اور علمی شفافیت کا سنگم ہے؛ آپ نے فقہی و فکری ترتیب کا ایک ایسا نظام قائم کیا جس میں عشق کے پہلو کو عقل کی روشنی سے ہم آہنگ کر کے، اتباعِ شریعت اور اخلاصِ طریقت کا حسین امتزاج پیدا کیا؛ آپ نے خانقاہ کو ادارہ بنایا، اور ادارہ کو خانقاہ نہ خالص دنیوی مدرسہ، نہ محض مجذوبوں کی خلوت؛ بلکہ ایک ایسی جامعی فضا قائم کی جہاں سجادہ و مسند، کتاب و قلم، کشف و فکر، ذکر و فقہ ایک ہی چھت تلے ہم آہنگ ہو گئے۔ یہ وہ علمی و تنظیمی کرامت ہے جو صدیوں میں کسی مردِ کامل کے ہاتھوں نصیب ہوتی ہے اور یہی وہ "نظامی اثر" ہے جو آپ کو دیگر اولیاء سے ممتاز، منفرد اور موثر بناتا ہے۔ شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کا اسمِ گرامی محمد یار علی اور آپ کا شہرت یافتہ لقب "شیخ المشائخ شعیب الاولیاء" ہرگز محض اتفاقی تکرار نہیں، بلکہ یہ دونوں اسم و لقب ایک عرفانی نسبت، روحانی رمز، اور سلوکی راز کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ "یار علی" ایسا اسم جس کی تکرار فقط زبانی نسبت نہیں، بلکہ ایسی معنوی یکتائی کا ترجمان ہے کہ آپ کی حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ مولیٰ علی المرتضیٰ شیرِ خدا، حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے فیضانِ ولایت و وفا کی جیتی جاگتی تصویر بن گیا۔ آپ نے عبادت و ریاضت، مجاہدہ و شب بیداری، اور خدمت و تواضع کی وہ روش اختیار کی کہ محض یارِ علی کہلانے پر اکتفا نہ کیا، بلکہ شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یار بننے کا حق ادا کیا۔ یہی نسبت، یہی حقیقت، اور یہی وہ فیض ہے جو آپ کے نام میں گویا بولتا ہے، اور دنیا آپ کو "یارِ علی" کے فیض یافتہ کے

طور پر جانتی ہے۔

اور پھر "شعیب الأولیاء" یہ لقب بھی کوئی رسمی و روایتی علامت نہیں، بلکہ ایک تشبیہی عرفان ہے:

جس طرح نبی اللہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان اخلاقی انحطاط، تجارتی بے ایمانی، اور دینی بے حسی کے خلاف میزانِ عدل و اخلاص لے کر کھڑے ہوئے، بعینہٖ اسی طرح حضور شعیب الأولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان نے باطنی دنیا میں خلوص، سچائی، توازن اور فقرِ سلیم کی ایسی صدا بلند کی جس نے دلوں کو جھنجھوڑا اور سلوک کو فطرت کی راہ پر گامزن کیا۔ تجارت میں ناپ تول کی خرابی ہو یا دین میں خلوص کی کمی، شعیب الأولیاء کی دعوت میزانِ شریعت اور اخلاصِ نیت کی طرف ہے۔ براؤں شریف کا پورا سلوکی اور تعلیمی نظام حضور شعیب الأولیاء قدس سرہ العزیز کی ثلاثی حکمت پر قائم ہے۔

یہ تربیت نہ محض معلومات کا انبار ہے، نہ ہی صرف روحانی وارداتوں کی بازی گری؛ بلکہ ایک ایسا منہاجِ متوازن ہے جو دل، دماغ اور روح کو ایک ہی زنجیر میں پروتا ہے۔

آپ کی پوری تربیت تین بنیادی اصولوں پر استوار تھی:

علم : کہ جس میں طلبِ صادق، فقہی بصیرت، اور منہجِ اہل سنت کی پاسداری مرکزی مقام رکھتی ہے؛

عمل : کہ جو اتباعِ سنت، حسنِ اخلاق، اور عبادات کی روحانیت کا پیکر ہے؛

عشق : کہ جو محبتِ مصطفیٰ ﷺ، توقیرِ اولیاء، اور عظمتِ دین کی روح سے معمور ہے۔ یہی تین پہلو، براؤں شریف کی فضا میں کبھی اذانِ فجر میں جھلکتے ہیں، کبھی طلبۂ فیض الرسول کے سجدے میں، کبھی لائق و فائق، ذی استعداد مقدس اساتذہ کی نگاہ میں، اور کبھی فقیر کے خلوص میں۔

یہاں کی ہر دیوار، ہر ستون، ہر آستانہ اور ہر زاویہ ان تین بنیادوں کی تفسیر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سرکارِ براؤں شریف کی تربتِ انور پر اپنی بے پایاں رحمتوں کی ساون بھادوں جیسی موسلا دھار بارش نازل فرمائے، اور مادرِ علمی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کو غیب سے نصرت و امداد عطا فرمائے، نیز اس کے دست و بازو کو استقامت، قوت، رفعت و قبولیت کے ساتھ مضبوطی و ثبات بخشے،

ازقلم : سمیر احمد الفیضی

مدینہ منورہ سے براؤں مقدسہ تک

از : صاحبزادہ محمد افسر علوی قادری چشتی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ یارعلویہ
و چیف ایڈیٹر مجلہ پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

کچھ ایسے لوگ بھی اس جہاں میں رہیں جنہوں نے دین اسلام کی اشاعت کے لیے اپنے وطن کو چھوڑا اور دور دراز علاقوں میں جا کر اسلام کی اشاعت کی اور دین محمدی کا پرچم بلند کیا جن لوگوں نے اس میدان میں نمایاں کردار ادا کیا ان لوگوں میں مولائے کائنات مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی ہیں اور آپ کی اولاد اطہار بھی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں اللہ تعالی نے مولائے کائنات حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پندرہ اولاد نرینہ عطا کی تھی سبھی اللہ عزوجل کی محبت میں پروانہ وار جان قربان کرنے والے تھے اور یہ جذبہ نسلاً بعد نسل جاری رہا جو آج تک جاری ہے آپ کی اولاد اطہار میں سے بہت سے 61ھ میں معرکہ کربلا میں شہید ہوئے اور بہت سے مابعد کربلا واقعہ حرہ 63و 64ھ میں شہید ہوئے واقعہ حرہ ہی میں محمد بن حنفیہ کے صاحبزادگان میں سے علی عبد المنان وجعفر عبد الفتاح بھی شہید ہوئے بنو امیہ کے ظالم حکمرانوں نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسلسل ظلم ڈھاتے رہیں یہاں تک بنو ہاشم پر مال خمس ادا کرنے میں بھی قیل وقال کرنے لگے جب ظلم حد سے متجاوز ہوگیا تو زید شہید اور بطل غازی بن علی عبد المنان غازی بنو ہاشم کے چند افراد کے ساتھ مدینہ منورہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے ظلم کو فرو کرنے اور تحفظ حقوق بنو ہاشم وحقوق مسلم کے لئے حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جرأت وشجاعت علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے مرقع تھے۔ دراز قد، خوش رو اور اپنے جد کریم حضرت امام حسین کے مشابہ تھے۔

آپ کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین نے خود آپ کی شہادت کی خبر دی تھی اس قافلہ میں بطل غازی نمایاں تھے آپ کوفہ پہنچ کر علم جہاد بلند کیا اور 117ھ میں ہشام بن عبد الملک کے سپہ سالار یوسف بن عمرو ثقفی سے جنگ کی۔ تین دن تک مسلسل جنگ ہوتی رہی یوسف بن عمرو کے ہمراہ بارہ ہزار فوج تھی اور آپ کے ساتھ کوفیوں کی فطری غداری کے سبب صرف تین سو افراد تھے، جب کہ ابتداء میں پندرہ ہزار کوفیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ جنگ کے دوران یوسف بن عمرو ثقفی کے غلام راشد نے نشانہ لگا کر تیر مارا جو آپ کے دونوں ابرو کے درمیان پیوست ہوگیا اور آپ گھوڑے سے نیچے آئے اور شہید ہو گئے ۔ 25 محرم الحرام 117ھ تاریخ شہادت ہے۔ بعض روایتوں میں تاریخ شہادت 121ھ ہے عمر مبارک 42 سال تھی ۔آپ کی فوج کے صرف 67 افراد نے جام شہادت نوش کیا جب

کہ یوسف بن عمر وثقفی کے سینکڑوں آدمی مارے گئے ۔آپ کے سپاہیوں نے آپ کی تدفین کی اور قبر مبارک بے نشان رکھی لیکن ایک حبشی غلام کی نشاندہی پر یوسف بن عمر و ثقفی نے آپ کی نعش مبارک نکلوائی ،سر مبارک کو جدا کر کے ہشام کے پاس بھیجا اور جسد مبارک کو بے لباس کر کے دار پر چڑھا دیا۔ چار سال تک جسم اطہر سولی پر رہا۔ مکڑیوں نے جالا بن کر آپ کی ستر پوشی کی ہشام کے مرنے کے بعد یوسف بن عمر و ثقفی نے ولید بن یزید کے حکم سے بدن مبارک اتروا کر جلا دیا اور معاذ اللہ خاک فرات میں ڈلوا دی زید شہید کی شہادت کے بعد بچے ہوئے افراد نے اپنا سپہ سالار آپ کے صاحبزادے یحییٰ شہید کو تسلیم کیا (ماخوذ از تاریخ طبری وانساب علویان ہند و دائرہ قادریہ)

(حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شادیاں کیں پہلی اہلیہ محترمہ رقیہ تھیں جو حضرت امام حسن کے پوتے حضرت عبداللہ محض کی بیٹی تھیں۔ان سے تین صاحبزادے ۱ :- محمد - ۲- حسین ذوالدمعہ - ۳-عیسیٰ موتم الاشبال اور ایک صاحبزادی سعادت حمیدہ تولد ہوئیں ۔ دوسری اہلیہ محترمہ ریطہ تھیں جو حضرت محمد بن حنفیہ کی پوتی تھیں جن سے حضرت یحییٰ تولد ہوئے ۔ان چار صاحبزادوں میں حضرت عیسیٰ موتم الاشبال سب سے چھوٹے تھے ۔ والد ماجد کی شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک ایک سال تھی ۔حضرت فاتح بلگرام آپ ہی کی نسل سے ہیں زید شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت کے بعد یحییٰ شہید بنو ہاشم کی مختصر سی فوج کے ساتھ جسمیں بطل غازی (جد امجد شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سپہ سالار کی حیثیت سے تھے کوفہ سے فوراً نینوی چلے گئے اور یہاں سے مدائن گئے کچھ عرصہ مدائن میں قیام کیا اور یہاں سے تہران ہوتے ہوئے سرخس پہنچے یہاں تقریباً چھ ماہ یزید بن عمر تمیمی کے یہاں مہمان رہیں اس کے بعد آپ سرخس سے بلخ کوچ کر گئے اور یہاں حریش بن عبد الرحمن شیبانی کے مہمان بنے ہشام بن عبد الملک کی موت تک آپ نے یہی قیام فرمایا اس طرح آپ تین سال تک سیاحت کرتے رہیں بطل غازی اور بنو ہاشم کے چند افراد کے ساتھ صاحب تاریخ طبری ایک روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن زید کے متعلق ابو عبیدہ معمر بن المثنی بیان کرتے ہیں کہ زید شہید کے قتل کے بعد ایک بنی اسد کے شخص نے کہا کہ آپ کے لئے خراسان بہتر ہے کیونکہ وہاں آپ کے جد امجد کے محبین کثیر تعداد میں موجود ہیں یہاں تک کہ ایک رات اپنے یہاں مہمان کی حیثیت سے چھپا رکھا پھر خوف پیدا ہوا اور یہ عبد الملک بن بشر کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یوسف بن عمر و ثقفی کو انکا پتہ چل جائے گا تو ان کو قتل کر دے گا آپ انکی حفاظت کیجئے عبد الملک بن بشر نے کہا یہ ہماری سعادت مندی ہے یحییٰ شہید کو عبد الملک بن بشر کے پاس لے گئے عبد الملک بن بشر نے یحییٰ شہید کو اپنے پاس چھپائے رکھا مگر یوسف بن عمر و ثقفی کو اس کی اطلاع ہوگئی یوسف بن عمر و ثقفی نے عبد الملک بن بشر کے پاس قاصد بھیجا اور کہا کہ یحییٰ بن زید شہید کو میرے حوالے کر دو عبد الملک نے کہا کہ یہ خبر جھوٹی ہے کہ وہ میرے پاس ہیں ایک مدت کے بعد جب یحییٰ شہید کی تلاشی موقوف ہوگئی تو یحییٰ شہید بطل غازی اور بنو ہاشم کے مختصر سے افراد کے ساتھ خراسان چلے گئے ہشام کی موت کے بعد ولید نے تلاش کرنا شروع کیا والیٔ کوفہ یوسف بن عمر و ثقفی نے خراسان کے گورنر نصر بن سیار کو لکھا کہ یحییٰ کو گرفتار کرو خراسان کے صوبہ دار نصر بن سیار نے عامل

عبداللہ کو حکم دیا کہ یحییٰ کو سرخس سے نکال دو اور عبداللہ بنی تمیم کے سردار حسن بن زید تمیمی کو لکھا کہ جب یحییٰ طوس آئیں تو انہیں وہاں ٹھہرنے نہ دو یہاں تک کہ ابرشہر یعنی نیشا پور میں عمرو بن زرارہ کے حوالے نہ ہو جائے بہر حال آپ طوس سے ہوتے ہوئے نیشا پور پہنچے وہاں سے جب آپ بیہق یعنی سبزوار پہنچے جو خراسان کی آخری سرحد تھی تو وہاں عمرو بن زرارہ حسن بن زید عبداللہ بن قیس کی مشترکہ فوجیں مقابلہ کے لئے تیار تھیں جناب یحییٰ شہید نے صرف ستر جاںنثاروں کی معیت میں جنگ کی جسمیں بطل غازی نمایاں تھے اور دس ہزار فوج کو بھاگنے پر مجبور کر دیا مروانی فوج کو شکست ہوئی اور انکے مشترکہ سپہ سالار عمرو بن زرارہ کے سر کو قلم کر دیا گیا اور بہت سا مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہوا پھر یہاں سے آپ اپنے جاںنثاروں کے ساتھ ہرات پہنچے ہرات کے حاکم مخلس بن زیاد العامری نے آپ سے کوئی تعرض نہ کیا لہٰذا جناب یحییٰ بھی یہاں سے آگے بڑھ گئے نصر بن سیار نے سلم بن احوذ کو آپ کے تعاقب میں بھیجا جوز جان کے ایک قریہ بنام ارعونہ میں فریقین کا مقابلہ ہوا نہایت شدید جنگ ہوئی عیسیٰ نامی ایک شخص جو عیسیٰ بن سلیمان الغزی کا آزاد کردہ غلام تھا اس نے یحییٰ شہید کو ایک تیر مارا جو آپ کی پیشانی پر لگا بقول بعض کنپٹی پر لگا جس سے آپ شہید ہو گئے جناب یحیی کے جاںنثاروں میں سے بھی کافی تعداد میں لوگ شہید ہو گئے سورہ بن محمد الکندی نے آپ کے سر کو تن سے جدا کیا اور آپ کا لباس اور اسلحہ پر غزی نے قبضہ کیا (ماخوذ از تاریخ طبری و تاریخ ابن خلدون و مروج الذہب)

بعد شہادت آپ کے جسم کو جوز جان میں سولی پر لٹکایا گیا جو اس وقت تک آویزاں رہا جب تک حکومت بنی امیہ کا خاتمہ نہیں ہو گیا امویوں پر بنی عباس کے غلبہ پانے کے بعد ابو مسلم خراسانی نے نے سب سے پہلے یحییٰ شہید کو سولی سے اتارا اور نماز جنازہ ادا کی اور جسد خاکی کو دفن کیا پھر جس جس نے اس جنگ میں حصہ لیا چن چن کر تہ تیغ کیا بطل غازی کے صاحبزادے آصف غازی جوز جان سے ہرات میں اقامت پذیر ہو گئے سید محمد آصف غازی اور آپ کی اولاد اطہار یہی رہنا پسند کیا علوی سادات نے ہرات میں حکومت بھی کی ہے یہ گھرانا پانچ پشت تک ہرات ہی رہا مثلاً آصف غازی کے صاحبزادے عمر علی غازی اور ان کے صاحبزادے محمد اشرف غازی انکے صاحبزادے طیب غازی انکے صاحبزادے طاھر غازی انکے صاحبزادے عطاء اللہ غازی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات بغداد چلے گئے تھے بہر کیف سلطان ناصر الدین سبکتگین غازی کے دور حکومت میں عطاء اللہ غازی بغرض جہاد فی سبیل اللہ ہرات سے غزنی آ کر بعد تربیت افواج میں سپہ سالار کے منصب پر فائز یاب ہوئے اور مختلف جنگوں میں شریک ہوئے آپ کے بعد آپ کی اولاد اطہار سالار شاہو غازی و سالار سیف الدین غازی بعد تربیت افواج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز یاب ہوئے اور ہندو بیرون ہند کے مختلف جنگوں میں شریک ہوئے یہ گھرانا جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے غزنی سے جانب ہند روانہ ہوا جس کی قیادت سالار اعظم سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کر رہیں تھے یہ قافلہ دریائے سندھ و درہ خیبر سے ہوتا ہوا ملتان اور اجودھن پاکپٹن کو فتح اور اشاعت اسلام کرتا ہوا دہلی کی سمت روانہ ہوا جب حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح وظفر کا پرچم بلند کرتے ہوئے دہلی کے قریب پہنچے تو وہاں سے تقریبا بارہ کوس کے فاصلے پر راجہ

رائے مہیپال نے آپ کی فوج پر حملہ کر دیا اس کے لشکر جرار کی تعداد تیرہ لاکھ نوے ہزار تھی۔ وہ اپنی فوجی طاقت پر بہت ہی مغرور و متکبر ہو گیا تھا اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی نے بھی اس کے حملے کا جواب دیا اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ چھڑ گئی جو ایک ماہ سے زائد جاری رہی۔ دونوں طرف کی فوجیں اپنی اپنی شجاعت اور جرأت و دلیری کا مظاہرہ کرتی رہیں۔ مگر اس طویل اور زبردست معرکہ میں فتح اور شکست کا فیصلہ کسی کے حق میں نہ ہو سکا۔ اس لڑائی میں بہت سے مسلمان مجاہدین اسلام نے زندگی کی آخری وقت تک دشمن فوج کا مقابلہ کرتے کرتے جام شہادت نوش فرمایا۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس معاملے میں بہت متفکر و ملول خاطر ہوئے۔

مظہر عیسیٰ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بارگاہ خداوندی میں تائید و نصرت کی دعا کی اسی عالم میں یک بیک خبر پہنچی کہ ملک افغانستان کے شہر ہرات وغزنہ سے حضرت سید سالار سیف الدین غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع اہل وعیال ایک لشکر جرار تقریباً 44 ہزار کی تعداد میں فوج لے کر آپہنچے ہیں۔ اس خبر کو سن کر مجاہدین اسلام کے حوصلے بڑھ گئے۔ ان کی ہمت و توانائی میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی۔ حضرت سید سالار سیف الدین غازی اپنے صاحبزادگان سید سالار ابو محمد منیر غازی و سید سالار ابو ظفر رفیع الدین غازی و تمام مجاہدین کے ساتھ مقابل فوج پر اتنا زبردست و پرزور حملہ کیا کہ دشمن کا لشکر پسپا ہو گیا اور اسلامی فوج کو فتح و کامرانی حاصل ہوئی اور شہر دہلی 420ھ میں دارالاسلام بن گیا،

دہلی سے میرٹھ اور قنوج ہوتے ہوئے سترکھ بارہ بنکی پہنچے سید سالار سیف الدین غازی و سید سالار ابو محمد منیر غازی و سید سالار ابو ظفر رفیع الدین غازی دہلی سے لیکر سترکھ تک تمام جنگوں میں مجاہد کی حیثیت سے شرکت کی سترکھ میں قیام کے دوران 423ھ میں سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سید سالار سیف الدین غازی کو مختصر سی فوج دے کر اشاعت اسلام کے لئے بہرائچ روانہ کیا اور آپ کے صاجزادے سید سالار ابو محمد منیر غازی کو دعوتِ حق کے لئے مختصر سی فوج دے کر جس میں سید سالار غازی الدین غازی شہید منگروونڈا اور آپ کے برادر اصغر سید سالار رفیع الدین غازی بھی تھے دے کر منگروونڈا کے راجہ منگل سنگھ جو بھڑ قوم سے تھا اور شرک وکفر کے دلدل میں پھنسا ہوا تھا اور لوگوں پر ظلم و جفا کے پہاڑ توڑ رہا تھا اس کے دربار میں روانہ کیا راجہ منگل سنگھ کو اسلام کی دعوت دی اور ظلم وستم سے باز رہنے کی نصیحت کی راجہ منگل سنگھ دعوت حق قبول نہ کرتے ہوئے مغرور جنگ پر آمادہ ہو گیا جس کی وجہ سے میدان کارزار برپا ہوا اور اسی جنگ میں شہید منگروونڈا سید سالار غازی الدین غازی شہید ہوئے اور دیگر غازیان اسلام نے بھی جام شہادت نوش فرمایا جن کے مزارات گنج شہیداں میں مرکز تجلیات ہیں بہر کیف مگر اللہ تعالیٰ نے فتح وظفر کا سہرا آپ کے سر رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے جنگ منگروونڈا میں آپ کو فتح عطا فرمائی اسی وجہ سے آپ کو اہل زمانہ فاتح منگروونڈا سید سالار ابو محمد منیر غازی کہتا ہے بعد فتح آپ نے منگروونڈا کے اطراف و اکناف میں خوب خوب اشاعت اسلام کی مظالم کا خاتمہ فرمایا اور عدل و انصاف قائم فرمایا جس کی گواہی اطراف و اکناف کے در و دیوار اور گنج شہیداں دے رہیں ہیں۔

سید سالار ابو محمد منیر غازی کی اولاد اطہار : آپ کے دو صاجزادے تھے بڑے صاجزادے کا نام سید سالار محمد غازی ہے جنکی نسل کے

لوگ منگروونڈا بیلکھرا، میرپور، بیراگی گاوں۔ دیوراپیر ہوا کیول پور براوں شریف اسنگواں پرتاب پور وغیرہ میں شاد و آباد ہیں اور دوسرے صاحبزادے سید سالار اکرام الدین غازی ہے یعنی آپ کا فیض نسلی و روحانی دونوں طور پر جاری ہے، اس گھرانے کے چشم و چراغ سید محمد قاسم شہید منگروونڈا سے بلیکھرا تشریف لائیں اور انھیں کی نسل سے سید سالار بخش کے بیٹے سید خدا بخش بیلکھرا سے 15 سو عیسوی کے قریب ہجرت کر کے میر پور تشریف لائے یہاں یہ گھرانا تقریباً 150 برس اقامت گزیں رہا پھر سید خدا بخش کے پوتے کے صاحبزادگان میں سے یعنی عبد المنان بن عبد الرحمن بن خدا بخش کے چار صاحبزادگان ہوئے بڑے صاحبزادے سید بدھو علی علوی جن سے میر پور کے علوی سادات ہیں دوسرے صاحبزادے سید خاقان محمد علوی جن کے صاحبزادے خورشید علی علوی جو میر پور سے ہجرت کر کے براوں شریف اقامت گزیں ہوئے جن سے براوں شریف اور اسنگواں کے علوی سادات ہیں انہی کی نسل سے ہمارے پر دادا مصدر فیوض و برکات و منبع انوار و تجلیات حضرت شعیب الاولیاء محمد یار علی علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں مصدر فیوض و برکات منبع انوار و تجلیات حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت 1307 ہجری میں ہوئی آپ صاحب کرامات کثیرہ بزرگ ہیں آپ نماز باجماعت تکبیر اولی کے ساتھ تقریباً 48/ سال تک ادا کی جیسا کہ مقالات شارح بخاری میں مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرقوم فرمایا ہے آپ کی زوجہ اولی سے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں اور زوجہ ثانیہ سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئی اور وصال پر ملال 23 محرم الحرام 1387 ہجری مطابق 4/ مئی 1967 بروز جمعرات شب میں ایک بجکر 25 منٹ پر ہوا اس حساب سے آپ کی عمر اسی سال ہوئی اور آپ کی نماز جنازہ علامہ غلام جیلانی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی شجرہ نسب یہ ہے حضرت شعیب الاولیاء محمد یار علی علوی بن فجر علی علوی بن خورشید علی علوی بن خاقان محمد علوی بن عبد المنان علوی بن عبد الرحمن علوی بن خدا بخش علوی بن سالار بخش علوی بن محمد علی علوی بن ہدایت علی علوی بن لطف اللہ علوی بن جان محمد علوی بن تاج محمد غازی علوی بن محمد داود علوی بن محمد قاسم شہید علوی بن سالار محمد تاج علوی بن سالار محمد علوی بن سالار محمد منیر غازی علوی بن سیف الدین غازی علوی بن عطا اللہ غازی علوی بن طاہر غازی علوی بن طیب غازی علوی بن محمد اشرف غازی علوی بن عمر غازی علوی بن آصف غازی علوی بن بطل غازی علوی بن علی عبد المنان غازی علوی بن محمد حنفیہ غازی علوی بن مولائے کائنات مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ورضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین (ماخوذ از سیرت شعیب الاولیاء و ماہنامہ فیض الرسول 1976) تیسرے صاحبزادے سید بسالت علی علوی جن سے پرتاب پور کے علوی سادات ہیں چوتھے صاحبزادے سید بدر الدین علوی جن سے بیراگی گاوں کیول پور پیر ہوا دیورا کے علوی سادات ہیں

(ماخوذ از : تاریخ طبری و تاریخ ابن خلدون وعہد اموی میں سیاسی و مذہبی احزاب و مرأت مسعودی و غزا نامہ مسعود وقدیم قلمی شجرہ نسب سادات منگروونڈا و بیلکھرا)

حضور شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور رد بدمذہباں

از : مفتی وصی احمد علوی قادری

مصدر فیوض و برکات منبع انوار و تجلیات حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دولت سے خوب مالا مال تھے اپنی مجالس میں حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوائد و برکات کا خوب خوب تذکرہ کرتے تھے اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر جمیل کے وقت کبھی کبھی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھی اور گوہر اشک لٹانے لگتی تھی جہاں آپ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت سے مالا مال تھے اور یہ دولت اہلسنت کے مابین تقسیم کرتے رہتے تھے اسی طرح بد مذہبوں سے تنفر کی بھی تلقین خوب خوب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اصل تمہارے دشمن دین کے دشمن ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی آپ کے پیر و مرشد بھی اس مسئلہ میں بہت متصلب تھے شیر بیشہ اہلسنت ابوالفتح علامہ حشمت علی خاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچی سرائے بریلی شریف کا وہابی، دیوبندی مولوی یاسین جو مرتد محمود حسن دیوبندی کا مرید و شاگرد تھا میرے مرشد خلافت و شیخ اجازت

حضرت مولانا الشاہ عبداللطیف صاحب چشتی سلیمانی ستھنوی رضی اللہ تعالی عنہ کو دھوکے دے کر براہ تقیہ اپنے آپ کو سنی مسلمان بتا کر اپنے مدرسے کے جلسے میں لے گیا۔

اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اپنے صاجزادہ معظم مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب و اپنے بھائی مولانا حسن رضا خان صاحب و اپنے بھانجے مولانا شاہد علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حفظ الایمان تھانوی و براہین قاطعہ انبیٹھی وفوٹو فتاوائے گنگوہی و تحذیر الناس نانوتوی اور کتاب حسام الحرمین شریف دے کر فرمایا کہ کچی سرائے میں وہابیہ کا جلسہ ہو رہا ہے حضرت الشاہ عبداللطیف صاحب کو دھوکے دے کر خبثاء نے بلا لیا ہے، تم لوگ ان کے پاس جا کر یہ کتابیں پیش کرو کہ ان لوگوں کے یہ عقیدے ہیں اور ان لوگوں پر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے علمائے کرام و مفتیان عظام کے یہ فتاویٰ ہیں۔

کہاروں کو یہ حکم دے دو کہ وہ پالکی لے کر تمہارے ہمراہ جائیں، اگر شاہ صاحب ان کتابوں کو دیکھ کر ان سے متنفر ہو کر وہاں سے تشریف لانا چاہیں تو پالکی پر سوار کرا کے اپنے ہمراہ لے آو یہ حضرات کرام جب وہاں پہنچے تو سارا جلسہ وہابیہ درہم برہم ہو گیا۔

کوئی وہابی مولوی ادھر بھاگا کوئی ادھر رفو چکر ہوا۔ ان حضرات نے حضرت شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات فرمائی کتابیں پیش کیں۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبارات کفریہ اور فتاوی حرمین طیبین کو ملاحظہ فرما کر مولوی یاسین خام سرائے کو کہ وہ بھی اپنے گھر چلا گیا تھا اس کے گھر سے بلوایا بار بار باصرار بلوانے پر بمشکل آیا تو اس سے فرمایا کہ مولوی صاحب ان کتابوں کے لکھنے

والوں کو تم مسلمان جانتے ہو یا کافر؟
اس نے کئی مرتبہ جواب سے پہلو بچانے کے بعد آخر میں مجبورا کہا کہ ان کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے سب حق ہے اور حسام الحرمین میں جو فتاویٰ ہیں وہ سب علمائے حرمین کو رشوتیں دے کر لکھائے گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ تعالی عنہ کو جلال آگیا اور فورا فرمایا کہ لعنت ہے خدا کی تمہارے مذہب پر اور تمہارے جلسے پر۔
اور ان حضرات اساطین سنیت رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا یہ تو اعلیحضرت قبلہ کا ہم پر احسان ہے کہ ان عبارات کفریہ پر علمائے کرام حرمین طیبین سے بھی فتاوی شرعیہ حاصل فرما کر کتاب حسام الحرمین شریف میں شائع فرما کر ہم سنیوں کے لیے مزید اطمینان کا سامان بھی مہیا فرمادیا ورنہ اگر فتاوی مبارکہ ہمارے سامنے موجود بھی نہ ہوتے تو بھی ہم پر اور ہر ایک سنی مسلمان پر فرض تھا کہ ان عبارات کو دیکھتے ہی ان کی معانی کو سمجھتے ہی فورا ان کو کفر و ارتداد اور ان کے لکھنے والوں کو کافر و مرتد کہتا۔ مجھ پر ظاہر ہوگیا کہ یہ لوگ وہابی دیوبندی کافر و مرتد ہیں۔
رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں لہذا میں اب ان لوگوں میں ٹھہرنا ان کا مہمان رہنا حرام سمجھتا ہوں، آپ حضرات کوئی سواری منگوا دیں تو میں یہاں سے چلا جاؤں۔
ان حضرات کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے فرمایا کہ اعلیحضرت قبلہ نے آپ کے لیے پالکی بھیجی ہے، فوراہی شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ تعالی عنہ کھڑے ہو گئے اندر پالکی میں تشریف فرما ہو کر ان حضرات کے ہمراہ اعلیحضرت کے در دولت پہ آگئے۔
پالکی سے اتر کر پھاٹک کے اندر آئے اعلیحضرت قبلہ مسہری پر تشریف فرما ہیں، سامنے حقہ حاضر ہے، گردا گرد کرسیاں تپائیاں بچھی ہیں، مسلمانان اہل سنت اپنے اسلاف اپنے سنیت کے مجدد اعظم کے چاروں طرف حاضر ہیں۔ شاہ صاحب قبلہ پھاٹک سے داخل ہو کر سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں : السلام علیکم، اعلیحضرت قبلہ تعظیم کے لیے کھڑے بھی نہیں ہوتے ہیں، سلام کا جواب بھی عطا نہیں فرماتے ہیں بلکہ ارشاد فرماتے ہیں، شاہ صاحب! قیامت کا میدان ہوگا اللہ تبارک وتعالی کے قہر و جلال کا سامنا ہوگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہوں گے اور ان دشمنان رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق سوال ہوگا۔ اتنا ہی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں حضرت میں توبہ کر کے آیا ہوں اتنا سنتے ہی فورا اعلیحضرت قبلہ بیتابانہ کھڑے ہو کر فرماتے ہیں وعلیکم السلام اور شاہ صاحب قبلہ کی طرف مشتاقانہ بڑھتے ہیں سارا مجمع گھبرا کر کھڑا ہو جاتا ہے، حقہ ایک طرف جاتا ہے چلم دوسری طرف جاتی ہے اور اعلیحضرت قبلہ اور شاہ صاحب قبلہ دونوں باہم بغلگیر ہوتے ہیں ہر ایک دوسرے کی قدم بوسی کرنا چاہتے ہیں مجبور ہو کر دونوں حضرات ایک دوسرے کی دست بوسی پر اکتفا فرمالیتے ہیں اور شاہ صاحب قبلہ کو اصرار فرما کر اعلیحضرت قبلہ اپنے پاس مسہری پر بٹھالیتے ہیں۔
(ماخوذ از : ترجمان اہل سنت جلد دوم حصہ چہارم وتربیت لوح وقلم)
یہ ہیں حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وشیر بیشہ اہلسنت کے مرشد خلافت وشیخ اجازت اسی در کے پروردہ وتربیت یافتہ ہیں حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طواغیت اربعہ یعنی مولوی قاسم نانوتوی وتحذیر الناس خلیل احمد انبیٹھوی و براھین

قاطعہ رشید احمد گنگوہی مصدق براھین قاطعہ واشرف علی تھانوی حفظ الایمان بشمول مرزا غلام احمد قادیانی کے برملا تکفیر کرتے اور فتاویٰ حسام الحرمین دکھاتے اور فرماتے کہ یہ اللہ کے گھر اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے در سے فتویٰ آیا ہے جس کو امام اہلسنت نے استفتاء کر کے جواب حاصل کیا اور ہم سب تک پہنچایا اور بشکل کتاب بنام فتاویٰ حسام الحرمین شائع کیا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ ورسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی بنیاد پر مرتد و کافر ہیں

اور جو انکے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد ان لوگوں کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی مرتد و کافر ہے ان کے پاس جانا ان کی صحبت میں بیٹھنا ان سے نکاح کرنا انکے بارات میں جانا کھانا پینا سب حرام بدکام بدانجام ہے انھیں اپنا پیشوا جاننا اور انہیں عالم ماننا انکے جلسہ وجلوس میں جانا بلانا حرام وگناہ ہے ان سے مسئلہ پوچھنا زہر قاتل وزہر ہلاہل ہے نبیرہ شعیب الاولیاء پیر طریقت حضرت العلام حضرت مولانا محمد افسر علوی قادری چشتی زید شرفہ اپنی کتاب سیرت شعیب الاولیاء میں یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بسا اوقات سفر وحضر میں فتاویٰ حسام الحرمین اور انکی کتابیں جن میں کفری عبارات ہیں ساتھ میں رکھتے اور لوگوں کو دیکھاتے اور فرماتے کہ ان سے دور رہو ورنہ تمھارے ایمان کو ضائع کر دینگے تمھاری نسلوں کو برباد کر دینگے تمہارا قیمتی سرمایہ چھین لینگے جو سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ ہے وہ ایمان ہے اور یہ ایمان کے لوٹیرے ہیں اسی تصلب اور رد بدمذہباں کی بنا پر دیوبندیوں نے آپ کو شہید کرنے کا عزم مصمم کر لیا تھا مگر آپ کہاں ڈرنے والے مصرع ،،سن لیں اعداء میں بگڑنے کا نہیں ،وہ سلامت ہیں بنانے والے شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بستی اور گونڈہ غیر مقلدیت کے گڑھ تھے ،بڑے بڑے قارون اپنی دولت کے سہارے وہابیت کی نشر واشاعت میں مصروف تھے اور ایسے موذی کہ علماء اہل سنت کو دیکھنا ان کے نزدیک آنکھ پھوٹ جانے سے زیادہ اذیت ناک تھی لیکن مولی عزوجل نے مذہب اہل سنت و جماعت کے حمایت وصیانت نشر واشاعت کے لیے اسی خطہ کے ایک گمنام دیہات سے اس مرد حق آگاہ کو پیدا فرمایا دیا جس نے تنہا صرف اپنی روحانیت سے اس علاقہ میں سنیت کو وہ قوت عطا فرمائی کہ آج پورے ہندوستان میں سب سے زائد اہل سنت کے دینی مدارس انہیں دو اضلاع میں ہیں۔

اگر حضرت شعیب الاولیاء تھوڑی سی مداہنت فرماتے تو وہابی ساہوکار دولت کے ڈھیر لگا دیتے لیکن واقف کار جانتے ہیں کہ بڑی سے بڑی لالچ ،شدید سے شدید ضرورت حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدم میں لغزش نہیں پیدا کر سکتی ۔اہل سنت کے کثیر افراد میں جو حضرت شیر بیشہ اہلسنت قدس سرہ کی تقریروں کی تاب نہیں لاتے اس کو جراحی سے تعبیر کرتے ہیں یہ اپنا اپنا ذوق ہے ورنہ حقیقت میں عوام کی اصلاح کے لئے لازم ہے کہ وہابیہ کے عقائد کفریہ علانیہ بیان کیے جائیں خصوصا دیہاتیوں کے سامنے خصوصا ناواقفوں میں ۔خود حدیث میں اس کا حکم ہے : کہ فاسقوں میں جو عیب ہیں بیان کرو تا کہ لوگ اس سے دور رہیں

لیکن حضرت قبلہ کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ انہوں نے ہمیشہ کھلم کھلا رد وہابیت کو پسند فرمایا اور مہینوں حضرت شیر بیشہ اہلسنت کو لے کر اپنے مریدین میں بستی بستی وعظ وتقریر کے اجلاس مقرر

کرائے۔ یہ سلسلہ ایک دو دن، ہفتہ دو ہفتہ مہینہ دو مہینہ نہ رہا بلکہ برسوں قائم رہا۔ سخت سے سخت خطرناک موقع پر بھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ ایک جگہ وہابیوں نے عاجز آ کر حضرت شیر بیشہ اہلسنت سنت اور شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شہید کر دینے کی سازش کی، اس کے لیے ڈومریا گنج کے اس علاقے میں مناظرہ کا چیلنج دیا جو جنگلی وحشی صفت وہابیوں سے بھرا تھا، اسے سب جانتے ہیں۔

وہابیوں کے خونی عزائم کی اطلاع قبل مناظرہ ہی کسی طرح حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لگ گئی قریب پاس مریدین اہل سنت کی کوئی بستی نہ تھی لیکن پھر بھی حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوئے نہ ارادے میں تذبذب لائے، بے خطر حضرت شیر بیشہ اہلسنت کو لے کر میدان مناظرہ میں پہنچ گئے مناظرہ شروع ہوا، دیوبندیوں نے اپنی اسکیم کے مطابق فساد برپا کیا، ڈھیلے پتھر برسائے لیکن ہزاروں دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ گئے کہ ان فسادی ظالموں کے پھینکے ہوئے سارے پتھر ادھر ادھر کترا کر نکل گئے، شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیر بیشہ اہلسنت واسٹیج پر بیٹھنے والوں کا بال بیکا نہ ہوا۔ راقم التحریر سے والد ماجد فائق علی علوی بن لائق علی علوی وعین الحق علوی ساکن بیراگی گاؤں نے یہاں تک بیان فرمایا کہ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جس کی لاٹھی اس کا سر جس کی اینٹ اس کا سر اور واقعی میں ایسا ہی ہوا ہر ایک کا سر و جسم پھوٹا ہوا وزخمی ملا

جب بھی کوئی آپ کے پاس وعظ و تقریر کے لیے آتا تو اسے یہی مشورہ دیتے کہ حضرت شیر بیشہ اہلسنت کا وعظ کراو فرمایا کرتے کہ مجھے شیر بیشہ اہلسنت کا وعظ اسی لیے پسند ہے کہ یہ کھل کر رد وہابیہ کرتے ہیں۔ یہی نہیں کہ صرف وعظ و تقریر تک یہ محدود تھا اپنی ہر مجلس میں بدمذہبوں بددینوں خصوصا وہابیہ سے منافرت کی تلقین کیا کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہر مرید متصلب صحیح العقیدہ ہوتا تھا اور ہیں، تصلب فی الدین اللہ عزوجل کی وہ نعمت عظمیٰ ہے جو بہت ہی خوش نصیب انسان کو ملتی ہے (ماخوذ از مقالات شارح بخاری)

اللھم زد فزد یہی وجہ ہے کہ آپ کی تعظیم توقیر واحترام شیر بیشہ اہلسنت علامہ حشمت علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضور مفتی اعظم ہند بھی خصوصی طور پر کرتے تھے نبیرہ اعلیٰحضرت ماہر علوم کثیرہ جگر گوشہ حجۃ الاسلام حضرت علامہ ارسلان رضا خاں قادری رضوی بیان فرماتے ہیں کہ حضور مفتی اعظم ہند اور حضور شعیب الاولیاء کو دیکھنے والے لوگ آج بھی موجود ہیں اور وہ لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے حضور مفتی عظم ہند اور حضور شعیب الاولیاء کو ساتھ دیکھا ہے، حضرت شعیب الاولیاء جب بریلی شریف عرس رضوی کے موقع پر تشریف لائے تھے تو اس وقت بہت سے حضرات نے حضرت شعیب الاولیاء کی زیارت کی اور مفتی اعظم ہند اور حضور شعیب الاولیاء کی قربت کو بھی ماتھے کی نگاہوں سے ملاحظہ کیا، انہیں حضرات میں جناب رئیس میاں صاحب ہیں، جو حضور مفتی اعظم کے مرید صادق اور حضور ریحان ملت کے محب و مخلص ہیں انہوں نے اپنا آنکھوں دیکھا حال خود مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 1386ھ کے عرس رضوی میں بریلی شریف تشریف لائے تھے تو حضرت مفتی اعظم نے حضرت شعیب

الاولیاء کے قیام کا خصوصی طور پر انتظام فرمایا تھا اور بار بار بذات خود مفتی اعظم پوچھنے آیا کرتے تھے کہ براوں شریف سے حضرت محمد یار علی صاحب آنے والے ہیں، ان کے قیام کا انتظام ہوا کہ نہیں؟ حضرت مفتی اعظم کے بار بار پوچھنے کی وجہ سے بہت سارے لوگ حضرت شعیب الاولیاء کی زیارت کے بہت متمنی اور منتظر تھے کہ آخر یہ کون صاحب ہیں جن کے بارے میں خود حضور مفتی اعظم ہند بار بار دریافت فرمارہے ہیں پھر حضرت شعیب الاولیاء جب تشریف لائیں تو ان حضرات کو حضرت کی صحبت سے اکتساب فیض کا موقعہ بھی ملا۔

حضرت مفتی عظم ہند نے حضرت شعیب الاولیاء کا قیام اپنے مرید ماسٹر شفیق صاحب کے یہاں کیا اور ماسٹر شفیق صاحب کو تاکید بھی فرمائی کہ یہ براوں شریف کے محمد یار علی صاحب ہیں نماز با جماعت کا اہتمام فرماتے ہیں، ان کی تکبیر اولی بھی فوت نہیں ہوتی ہے لہذا آپ ان کے قیام وطعام کے ساتھ ساتھ وضو وغیرہ کے پانی کا خوب انتظام رکھیں۔ماسٹر شفیق صاحب اور ان کے اہل خانہ نے حضور مفتی اعظم کے حکم پر حضرت شعیب الاولیاء کی شایان شان خدمت بھی کی۔ بعد میں جب قل شریف کی تقریب کے لیے محفل میں جانے کے لیے ممبر کی جانب روانہ ہوئے، حضرت مفتی اعظم پہلے ہی سے ممبر رسول پر جلوہ افروز تھے، حضرت شعیب الاولیاء کو قریب آتے دیکھا تو ایک بیک حضور مفتی اعظم اٹھے اور حضرت محمد یار علی کے زندہ بادی کے نعرے بلند فرمانے لگے۔تمام علماے کرام عالم حیرت میں! انگشت بدنداں ہوئے۔

حضور مفتی اعظم ہند نے حضرت شعیب الاولیاء کو اپنے ساتھ برابر بٹھایا۔اس وقت کے آگے کے واقعات کو حضرت علوی صاحب قبلہ کی ہی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

تخت پر ان دونوں حضرات گرامی کے بیٹھنے کے بعد مقرر یا منقبت خواں کے علاوہ کی گنجائش نہ تھی۔ یاد رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب قل کی تقریب آستانہ رضویہ کے اوپر والے ہال میں ہوا کرتی تھی، اس موقع پر میں (علوی صاحب) نے قل سے چند منٹ پہلے شہزادہ اعلیحضرت کی موجودگی میں یاد کی ہوئی ایک تقریر عربی زبان میں کی جس کا عنوان تھا الامام احمد رضا تھا حضور مفتی اعظم سن کر بے حد مسرور ہوئے، تحسین فرمائی اور حوصلہ افزائی کے طور پر اکیس روپے بطور انعام عنایت فرمائے“

قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا حضرت مفتی اعظم اور شعیب الاولیاء کے درمیان الفت ومحبت اور غیر معمولی ربط وتعلق کا عالم جسے دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہ جایا کرتے تھے۔کہتے ہیں ولی را ولی می شناسد یقینا صحیح کہتے ہیں، براوں شریف کا محل وقوع ایسے علاقے میں ہے جہاں تک آج کے اس ترقی یافتہ زمانے میں بھی وصل بآسانی ممکن نہیں چند دشواریوں اور پیچیدگیوں کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے، حضور مفتی اعظم اسی سرزمین براوں میں حضرت شعیب الاولیاء کی دعوت پر کئی مرتبہ تشریف لائے۔بلکہ جب بھی کبھی اس علاقے سے سرکار مفتی اعظم کا گزر ہوتا تو دعوت و بلا دعوت براوں شریف ضرور تشریف لاتے۔

بتانے والے بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ تو تقریبا دو کلو میٹر تک پیدل چل کر تشریف لائے، اس سے حضور مفتی اعظم ہند کی براوں شریف

سے محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ براؤں شریف میں پہلی مرتبہ تشریف لاکر حضور مفتی اعظم اتنا متاثر ہوئے کہ اپنی ایک تحریر میں فرمایا کہ : سنیت کی ترویج اور رضویت کی اشاعت کا جو جذبہ فیض الرسول میں پایا کہیں نہیں پایا (ماخوذ از تربیت ولوح قلم 152)

حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر تواضع وانکساری حلم وبردباری جرات وہمت صبر وتحمل حق گوئی وبے باکی استقامت علی الدین مسلکی تصلب احترام سادات وعلماء وعقیدت اسلاف احترام اکابر اور عوام وخواص سے جذبہ محبت کا حصہ قابل رشک وقابل فخر حیثیت سے موجود تھا مگر ان تمام اوصاف حسنہ میں جو نمایاں شی آپ میں موجود تھی وہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم والحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور نماز باجماعت تکبیر اولی کی پابندی تھی شارح بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز باجماعت تکبیر اولی کے ساتھ تقریباً 45 سال تک ادا فرمائی ہے

(ماخوذ از مقالات شارح بخاری) علوی صاحب قبلہ سے مراد اس مقالہ میں شہزادہ فاتح خیبر اولاد محمد بن حنفیہ ووارث امانت شعیب الاولیاء وجانشین شعیب الاولیاء مرجع العلماء والفقہاء والاصفیاء مفکر اسلام حضرت علامہ غلام عبد القادر علوی صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ یارعلویہ براؤں شریف ہیں

ازقلم خاک پائے جد کریم فاتح منگروڈا سید سالار ابو محمد منیر غازی الہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عبدہ المذنب وصی احمد علوی قادری الہروی غفرلہ بیراگی گاؤں سر براہ اعلیٰ جامعہ امام احمد رضا اسلامک ریسرچ سینٹر بھساول مہاراشٹر۔

عقائد متعلّقہ نبوت

مسلمان کے لیے جس طرح ذات وصفات کا جاننا ضروری ہے، کہ کسی ضروری کا انکار یا محال کا اثبات اسے کافر نہ کر دے، اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی کے لیے کیا جائز ہے اور کیا واجب اور کیا محال، کہ واجب کا انکار اور محال کا اقرار موجب کُفر ہے اور بہت ممکن ہے کہ آدمی نادانی سے خلاف عقیدہ رکھے یا خلاف بات زبان سے نکالے اور ہلاک ہو جائے۔

عقیدہ (۱) : نبی اُس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو (1) اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔ (2)

عقیدہ (۲) : انبیا سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (3)

عقیدہ (۳) : اللہ عزوجل پر نبی کا بھیجنا واجب نہیں، اُس نے اپنے فضل وکرم سے لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیا بھیجے۔

عقیدہ (۴) : نبی ہونے کے لیے اُس پر وحی ہونا ضروری ہے، خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلاواسطہ۔ (1)

عقیدہ (۵) : بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اُتاریں، اُن میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں : ”تورات“ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، ”زبور“ حضرت داؤد علیہ السلام پر، ”اِنجیل“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، ”قرآن عظیم“ کہ سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول حضور پُر نور احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ (2) کلامِ الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے لیے اس میں ثواب زائد ہے، ورنہ اللہ (عزوجل) ایک، اُس کا کلام ایک، اُس میں افضل ومفضول کی گنجائش نہیں۔

صحابۂ کرام اور اہل بیت اطہار ایک تجزیاتی مطالعہ

ازقلم حسنین رضا علیمی جامعی غفرلہ
استاذ: مدرسہ رضویہ عیدالاسلام فاؤنڈیشن، بیگن واڑی گوونڈی

ہمارے اسلاف کبار نے صحابہ و اہل بیت اطہار کے بارے میں جو کچھ بھی کہا ہے اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے حالت ایمان میں حضور ﷺ سے شرف لقا حاصل کیا اور تا دم زندگی اسی پر قائم رہا یہاں تک کہ ایمان کی حالت میں اس کا انتقال ہوا وہ شخص صحابی ہے۔صحابیت کا شرف حاصل کرنے کے لئے کسی عمر وغیرہ کی قید نہیں ہے اگر کسی نے ایک لمحہ بھی حالت ایمان میں حضور ﷺ سے ملاقات کر لی ہو اگر چہ کلمۂ شہادت پڑھتے پڑھتے اس کی روح نکل گئی ہو وہ صحابی کہلانے کا پورا حق رکھتا ہے۔ روایت کے اعتبار سے ان نفوسِ قدسیہ کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

دور حاضر میں کچھ ناقبت اندیش افراد اہل بیت اطہار کے تعلق سے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ صحابۂ کرام سے اللہ رب العزت نے لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْاؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠ کے ذریعے قبل فتح و بعد فتح الحسنی کا وعدہ فرمایا ہے جس کا ترجمہ سیدی اعلیٰ حضرت نے کچھ اس انداز میں کیا ہے" تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

علی سبیل المحال اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ (صحابہ) خائن ہیں اور انہوں نے کتمان علم کا گناہ کیا ہے تو اسلام کی ساری بنیادیں ہل جائیں گی یہاں تک کہ قرآن بھی شکوک و شبہات سے باقی نہیں بچے گا، حضور ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونے پر، قرآن کا خدا کا کلام ہونے پر قیامت، جنت، دوزخ ہر ایک عقیدہ مشکوک ہو جائے گا کیونکہ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے نجوم ھدایت کا خطاب دیا ہے فرمان مصطفی ﷺ ہے" اصحابی کالنجوم بأیہم اقتدیتم اہتدیتم" (میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو جو کوئی ان میں سے کسی کی پیروی کرے گا ھدایت پائے گا) اگر چہ اس روایت کو ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں ذکر کیا ہے اور لفظ کے اعتبار سے اس کے راویوں میں بعض متہم بالکذب اور ضعیف راوی ہیں لیکن اپنے معنویت کے اعتبار سے یہ قابل عمل ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی مشہور زمانہ کتاب" الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" میں مقدمہ کے فصل ثانی 'فی الطریق الی معرفۃ کون الشخص صحابیا' کے تحت لکھتے ہیں" اولہا ان یثبت بطریق التواتر انہ صحابی، ثم الاستفاضۃ والشہرۃ، ثم بان یروی عن احاد من الصحابۃ ان فلانا لہ صحبۃ" (کسی شخص کے بارے میں اتنا معلوم ہونا کافی ہے) کہ تواتر سے یہ بات ثابت ہو کہ وہ صحابی ہے یا اس کے صحابی ہونے کی شہرت ہو یا پھر کسی صحابی سے مروی ہو کہ فلاں نے حضور ﷺ

کی صحبت (حالت ایمان میں) حاصل کی ہو۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ص ۱۲)

چوں کہ میرے اس مضمون کا تعلق صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار سے ہے اس لئے اس کے بارے میں مختصر تاریخ کو جاننا ضروری ہے کہ شیعہ، رافضی اور اہلسنت تین فریق کس طرح معرض وجود میں آئے۔

جب حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے صلح کر لی تو دو گروہ پیدا ہوئے ایک نے مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت میں اس قدر غلو کیا کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمن بن گئے لیکن یہ دشمنی اس وقت سارے صحابہ کرام سے نہ تھی پھر یہی گروہ آگے چل کر مکمل طور سے اصحاب رسول کے دشمن بن گئے ان پر تبراء کرنے والے، گستاخی کرنے والے، خلفاء ثلاثہ کے منکرین، بعض مولی علی رضی اللہ عنہ کو انبیاء سے بڑھ کر ماننے والے بن گئے آج کے دور میں یہی لوگ رافضی، شیعہ، تفضیلی، تبرائی جیسے ناموں سے مشہور ہیں۔

دوسرا گروہ حضرت مولی علی کا دشمن بن گیا اور کہنے لگا کہ تم نے قرآن، خدا اور رسول کو چھوڑ کر تیسرے کو اپنا حکم بنالیا اس لئے مشرک ہو گئے۔ انہیں لوگوں کو خارجی کہا گیا جن کے خلاف خلیفۃ المسلمین خلیفۂ برحق حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جہاد فرمایا تقریباً چالیس ہزار خارجیوں کو قتل کیا گیا کچھ بچ گئے جن کی نسلیں آج تک زندہ ہیں اور وہ بھی اپنے بڑوں کی طرح مسلمانوں پر ہر وقت شرک وکفر کے فتوے لگاتے رہتے ہیں یہ اہل بیت کے سب سے بڑے دشمن بن گئے۔ دور حاضر میں انہیں کے چیلے چپاٹے مولی حسین کو یزید کے مقابل غلط ٹھہراتے ہیں اور یہ کہہ کر گستاخی کرتے ہیں کہ حسین نے امام برحق (یزید) کے خلاف خروج کیا (نعوذ باللہ من شرھم)۔ اس لئے صحابہ کرام واہل بیت اطہار کی شان رفعت و عظمت کے حوالے سے قرآن وحدیث کا فیصلہ پیش کرنے کی ایک مختصر سی کوشش ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ حق کیا ہے اس لئے یہ مضمون دو حصوں پر مشتمل ہے قرآنیات، نبویات۔

(اول) قرآنیات. القد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم مافی قلوبھم بے شک اللہ راضی ہوا درخت کے نیچے آپ کی بیعت کرنے والوں سے اس لئے اللہ نے ظاہر کر دیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ ۲. وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبہ ۱۰۰) مہاجرین وانصار میں سے جو پہلے ایمان لانے والے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی پیروی کی بھلائی کے ساتھ، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس (اللہ) کے فیصلے پر راضی ہیں، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کئے ہیں جس کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ اسی میں ہی رہنے والے ہیں ہمیشہ، یہ بڑی کامیابی ہے۔ ۳ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(المجادلہ ۲۲) نہیں پاؤ گے ایسی قوم جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ محبت کرے ایسوں سے جو اللہ و رسول کی مخالفت کرے اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو نقش فرمادیا ہے، اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی، اور وہ (اللہ) انہیں داخل کرے گا ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہے وہ اللہ (اس کے فیصلے پر) سے راضی ہوئے یہ اللہ کی جماعت ہے، سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت فلاح یافتہ ہے۔ ۴ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ (البقرہ ع ۲)

اور جب ان سے کہا جائے کہ وہ ایمان لائیں جیسا لوگ (صحابہ) ایمان لائے تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لے آئیں ان بیوقوفوں کی طرح، سنتا ہے وہی لوگ احمق ہیں لیکن وہ جانتے نہیں۔

یہ وہ چند آیات ہیں جن سے صحابہ کرام کی عظمت کا چراغ دلوں کو روشن کرتا ہے، ان کی بزرگی کا ہمیں سبق ملتا ہے، خدا کے نزدیک ان کے مقام کا پتہ چلتا ہے، لوگوں کا ایمان اس وقت قابل اعتبار ہوتا ہے جب وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اصول پر ہو، جن لوگوں نے ان نفوسِ قدسیہ کو احمق کہا تھا ان پر أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ کی شکل میں خدا کا قہر نازل ہوا، یہ وہ باعظمت شخصیت ہیں جن کے جنتی ہونے کا، بخشے جانے کا اعلان قرآن نے بار بار اعلان کیا ہے۔

یہاں سے شان اہل بیت کو بیان کرنے والی آیات کا ذکر ہے۔ ۵. إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب ۳۳) اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ وہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دور کرے اور خوب ستھرا کردے۔

آیت کریمہ میں اہل بیت اطہار سے مراد سیدنا حسنین کریمین، خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وغیرہ مراد ہیں اکثر آثار اسی بات کی طرف مشیر ہیں خاص کر جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اس وقت حضور ﷺ نے مباہلہ کے لیے انہیں افراد کو متعین کیا۔ اسی طرح حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس حضور ﷺ نے ان افراد کو اپنی چادر تطہیر میں چھپا لیا پھر آیت تطہیر تلاوت فرمائی۔ بعض اقوال کے مطابق ازواجِ مطہرات بھی اس میں شامل ہیں۔ ۶. قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (الشوریٰ ۲۳) اے محبوب تم فرمادو لوگوں سے کہ میں تم سے (تبلیغ اسلام کے عوض) کوئی اجر نہیں طلب کرتا سواء اقربا کی محبت کے (یعنی ان سے محبت کرو)۔ ۷. فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (ال عمران ۶۱) پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان ان سے فرماؤ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے کو تمہارے بیٹے کو ہم اپنی عورتیں کو تمہاری عورتیں اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر لعنت

ڈالیں۔ ۸۔ اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّہَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (۲۷۴) جولوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں رات میں دن میں چھپا کر دکھا کر تو ان کے لئے بہترین اجر ہے ان کے رب کے پاس انہیں نہ کوئی خوف ہے نہ غم۔ ایک قول کے مطابق یہ آیت خاندان اہل بیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

یہ وہ چند آیات ہیں جس میں فضائل اہلِ بیت کا بیان ہے۔ اہل بیت سے محبت کرنا اہل ایمان کی نشانی ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے جو اہل بیت کی محبت میں وفات پائے وہ جماعت اہل سنت پر مرا۔ اہل بیت نبوت سے بغض وعداوت منافقین کی علامت ہے۔ اس لئے محبت اہل بیت اور ان کی عزت وتکریم اہل سنت و جماعت کا شیوہ ہے اور ان کی پہچان ہے۔ جس کے دل میں بغض اہلِ بیت ہو اگر چہ ذرہ برابر ہی ہو اسے ذکر اہلِ بیت سے تکلیف ہوتی ہے تو سمجھ لو کہ اس کے ایمان میں نقص ہے۔ نبویات ۱۔ "إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِيْ رضی اللہ عنہ فَقُوْلُوْا: لَعْنَةُ اللهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۲۲۵) جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کو گالی دیں تو ان کی شرارتوں پر اللہ کی لعنت بھجو۔ ۲۔ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللهَ، وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوْشِكُ أَنْ يَّأْخُذَهٗ۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۲۲۵)

"اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے معاملے میں، میرے بعد ان کو (طعن و تشنیع کا) نشانہ نہ بناو، کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی، اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائی، اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانا چاہتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا۔ ۳۔ اخرج المحاملی والطبرانی و الحاکم عن عویمر بن ساعدة انه ﷺ قال ان الله اختارنی واختار لی اصحابا فجعل لی منهم وزراء وانصارا واصهارا فمنسبهم فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعین لا یقبل الله منهم یوم القیامة صرفا ولا عدلا (الصواعق المحرقة المقدمة الاولی ص ۵) عویمر بن ساعدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے میرے صحابہ کے لیے اختیار دیا ہے پھر انہیں میں سے بعض کو میرا وزیر میرا مددگار اور میرا قرابت دار بنایا تو جس نے ان کو گالی دی تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سبھی لوگوں کی لعنت ہو بروز قیامت اللہ نہ اس کی عبادت قبول کرے گا نہ ہی گواہی۔ حدیث مذکور میں ایک کلمہ آیا ہے اصہار جس کے کئی ایک معنیٰ ہیں ان میں سے ایک معنیٰ داماد کا بھی ہے صِہر، جمع ہے اَصْہار کی، صہر کا ایک معنیٰ اور ہے کہا جاتا ہے أَصْهَرَ إِلَى القَوْمِ وبِهِمْ، کسی قوم یا قبیلہ میں ازدواجی رشتہ قائم کرنا، شادی بیاہ کرنا، داماد بننا یا داماد بنانا، بہنوئی بننا یا بنانا۔

حدیث مبارک کا یہ کلمہ بتا رہا ہے کہ حضور ﷺ کے رشتہ دار پر لعنت

وملامت کرنا کس قدر عمل قبیح ہے جن پر خود پیارے نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

.۳عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنهما يَقُوْلُ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، قَالَ عِمْرَانُ :فَلَا أَدْرِي :أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثاً. ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.(الصحيح البخاری، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقم الحديث ٣٦٥٠. الصحيح المسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم رقم الحديث ٢٥٣٥) "حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : میری بہترین امت میرے زمانہ کی ہے پھر ان کے زمانہ کے بعد کے لوگ اور پھر ان کے زمانہ کے بعد کے لوگ (حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین زمانوں کا)۔(فرمایا :) پھر تمہارے بعد ایسی قوم آئے گی کہ وہ گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ خیانت کریں گے اور ان پر یقین نہیں کیا جائے گا۔وہ نذریں مانیں گے مگر ان کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔" یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ .۴ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ :لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي.(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ رقم الحديث ٣٨٥٨,وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ) حضرت جابر سے مروی ہے کہ جہنم کی آگ اسے نہیں جلائے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے صحابہ کو دیکھا

.۵حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، قَالَ :حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ نَاجِيَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي طَيْبَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي يَمُوتُ بِأَرْضٍ إِلَّا بُعِثَ قَائِدًا، وَنُورًا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ". هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَرُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي طَيْبَةَ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا، وَهَذَا أَصَحُّ. حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ میں سے کوئی بھی زمین میں وفات نہیں پاتا مگر وہ رہبر بنایا جاتا ہے (اس زمین کا۔) اور وہ قیامت کے دن ان کے لیے نور ہوگا" یہ حدیث غریب ہے۔ یہاں سے اہل بیت کی فضیلت پر احادیث ہیں۔ .٦أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي (صحيح مسلم ، كتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن أبی طالب:رقم ٦٢٢٥) میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔" یعنی میرے بعد ان پر سب وشتم نہ کرنا ان کی عزت وتوقیر کو برقرار رکھنا ان کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ دینا۔ .٧ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي، الثَّقَلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ

مِنَ الْآخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي أَلَا وَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ۔ (مسند أحمد :ایپلیکشن جامع الکتب الستۃ) 'میں تم میں جو کچھ چھوڑ کے جا رہا ہوں اگر تم اسے تھامے رکھو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے، وہ دو انتہائی گراں مایہ ہیں۔ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔اللہ کی کتاب جو رسی کی شکل میں آسمان سے زمین تک پھیلا دی گئی ہے اور میرے اہل بیت۔اور بے شک وہ دونوں جدا نہیں ہوں گے حتی کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے۔"۹۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (جامع الترمذی) 'حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

یہ وہ حوالے جات ہیں جس میں فضائل صحابہ و اہلبیت موجود ہے۔

تمہید ہی میں بیان ہو چکا ہے کہ اگر ہم نے صحابہ میں سے کسی ایک پر بھی شک کی گنجائش چھوڑی تو اسلام کی بنیاد کمزور ہو جائے گی کیونکہ قرآن و آیات ہمارے سامنے نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ ان سے نقل ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہے۔فریق مخالف کے بقول اگر صحابہ میں سے بعض نے کچھ رد و بدل کیا ہے تو یہ امکان ہر ایک کے ساتھ فرض کرنا پڑے گا ایسی صورت میں مذہب اسلام کی بنیاد ہی مشکوک ہو جائے گی اس لئے علماء محدثین نے فرمایا کلھم عدول، سارے صحابہ عادل ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دونوں گروہ ہی ہمارے لئے قابل عزت و لائق احترام ہیں اہل بیت کشتی ہے تو ذات صحابہ راہ گیروں کو راستہ دکھانے کے لئے ستارے ہیں۔ہمیں چاہئے کہ اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہو کر صحیح سمت کی پہچان کے لیے، راہ صواب اختیار کرنے کے لیے، خدا و رسول تک رسائی حاصل کرنے کے لیے تاج دار نبوت کے گرد چمکنے والے اور رشد و ھدایت کے سورج سے روشنی حاصل کر کے دنیا کو اسلام کے نور سے منور کرنے والے ان ستاروں (صحابہ) کو اپنا رہبر و رہنما بنائیں تا کہ ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہو سکے۔

یعنی حق پر وہی ہے جس نے اہل بیت اور صحابہ کے مقام و مرتبے کا لحاظ رکھا اگر کسی کا دل بغض اہل بیت سے بھرا ہے تو گویا کہ اسے نجات کی کشتی نہیں ملی جس پر سوار ہو کر وہ اس دنیا کے فتنوں سے نجات حاصل کر سکے اور جس نے صحابہ کی توہین کو دل میں جگ دی ان کی گستاخی کی تو گویا اس نے منزل حق کا رہنما کھو دیا جو اسے نجات کے راستے پر لے جانے والا تھا جس کی رہنمائی ہی اسے کشتیِٔ اہل بیت تک لے جا سکتی تھی۔

اللہ ہم سب کو اہل بیت کی محبت اور صحابہ کرام کی عزت و تکریم کرنے میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے عظمت صحابہ و عظمت اہل بیت کے دفاع کی توفیق بخشے ہمارے دل کو ان نفوس قدسیہ کے بغض و عداوت سے محفوظ رکھے انہیں کی محبت میں جینے اور مرنے کی توفیق بخشے۔۔۔۔۔ آمین بجاہ سید المرسلین

از قلم حسنین رضا علیمی جامعی غفرلہ

خادم التدریس مدرسہ رضویہ عید الاسلام فاؤنڈیشن، بیگن واڑی گوونڈی ممبئی۔

امام حسین

صبر و استقامت کی مکمل تفسیر

از۔خلیفہ تاجدار بلگرام علامہ محمد عارف القادری واحدی
نائب قومی صدر ایم ایس او آف انڈیا

دنیا میں جب بھی ثابت قدمی کی داستانیں لکھی گئیں ان سب داستانوں میں صرف واقعہ کربلا ہی صبر و ہمت، استقامت و ثابت قدمی اور عشق کی وہ واحد داستان ہے جس کی نظیر نہ آج تک کسی کو ملی اور نہ ہی تاقیامت کسی کو ملے گی۔واقعہ کربلا عشق و وفا، صبر و یقین اور استقامت و ثابت قدمی کی وہ داستان ہے جسے تاجدار مدینہ حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے نواسے، شیر خدا کے لاڈلے اور زہرا بتول کے جگر گوشہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے نورانی لہو سے رقم فرمایا۔

چرچا ہے جہاں میں تری تسلیم و رضا کا
زیبا ہے لقب تجھ کو امام الشہدا کا
نذرانہ جاں پیش کیا دین کی خاطر
تو باب نیا کھول گیا صدق و صفا کا
حق گوئی و ثابت قدمی تیری مثالی
خون تیری رگوں میں تھا رواں شیرِ خدا کا

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ پاک مجسم عشق، وفا و ثابت قدمی کا پیکر تھی۔آپ کی پیدائش سے ہی ہر عاشق رسول جانتا تھا کہ اس شہزادے نے دین محمدی کو اپنے پاکیزہ لہو سے بقا دینی ہے۔قربان جائیں ان پاکیزہ اہل بیت کے جذبۂ عشق الٰہی پر کہ جنہوں نے تمام تر اختیارات اور تصرفات ہونے کے باوجود رضائے الٰہی کو ہی منتخب کیا اور ثابت قدم رہے۔روایت ہے کہ آپ کی شیر خوارگی کے ایام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ام الفضل بنت حارث کو آپ کی شہادت کی خبر دی۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”مجھے جبرائیلؑ نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین زمین طف میں قتل کیا جائے گا اور جبرائیل میرے پاس یہ مٹی لائے۔انہوں نے عرض کیا کہ یہ (حسین کی (مقتل) کی خاک ہے۔“ (ابن سعد و طبرانی)

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”میری دولت سرائے اقدس میں وہ فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی حاضر نہ ہوا تھا۔اس نے عرض کیا کہ آپ کے فرزند حسین (رضی اللہ عنہ) قتل کیے جائیں گے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی ملاحظہ کراوں جہاں وہ شہید ہونگے۔پھر اس نے تھوڑی سرخ مٹی پیش کی۔“ (امام احمد)

ان تمام واقعات کے باوجود کیا عظیم عزم و استقلال اور ثابت قدمی تھی کہ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں اپنے پیارے نواسے حضرت امام حسین کے لیے امن و سلامتی اور اس مشکل ترین آزمائش سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا فرمائی، نہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض فرمائی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے اس فرزند کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا فرما دیجیے اور نہ ہی ان کی پاکیزہ والدہ محترمہ نے جو بذاتِ

خود سلطان الفقر ہیں، جن کی زبان مبارک مستجاب الدعوات ہے، نے اس دردناک سانحہ کو روکنے کی کوئی کوشش کی۔ انہوں نے بھی اپنے پیارے لاڈلے کے لیے رضائے الٰہی کے حصول کو ہی ترجیح دی۔ الغرض سب شہادت کی خبر سنتے ہیں، شہرہ عام ہو جاتا ہے لیکن بارگاہ رسالت میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی۔ حقیقت تو یہ ہے تمام عاشقانِ الٰہی کا ایک ہی نظریہ تھا کہ ایسے موقع پر جان سے دریغ جانباز مردوں کا شیوہ نہیں، دعائیں کی گئیں کہ الٰہی یہ شہزادہ مصطفی لاڈلا فرزند مقام جفا و وفا میں ثابت قدم رہے۔ عشق اِلٰہی میں سرشار فقر محمدی کی بقا کی خاطر اس شہزادے کے قدم مبارک پیچھے نہ ہٹیں۔

شفیق ناناجان سرورِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بہادر والد شیرِ خدا امیر المؤمنین حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور پاکیزہ والدہ محترمہ خاتونِ جنت سلطان الفقر اوّل سیدہ فاطمتہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے امام عالی مقام کی پرورش فقرِ محمدی کی تعلیمات کی روشنی میں اس انداز سے فرمائی کہ آپ کی ذاتِ اقدس میں فقر محمدی رچ گیا۔ عشق اِلٰہی، وفا اور رضائے الٰہی کا حصول آپ کی ذاتِ اقدس کا خاص الخاص طرہ امتیاز تھا۔ یہی عشق اِلٰہی تھا جس نے آپ کو بچپن سے لیکر جوانی تک اور جوانی سے لیکر میدانِ کربلا میں شہید ہونے تک کبھی بھی اپنے عظیم مشن (فقرِ محمدی کی خاطر اپنی جان قربان کرنے) سے منہ نہیں موڑنے دیا اور تادمِ آخر ثابت قدم رکھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میں تمام اہلِ بیت کو خود سے فرمایا اور کہا فاطمہ مجھ سے ہے، علی مجھ سے ہے، حسن مجھ سے ہے لیکن حضرت امام حسین کے متعلق فرمایا "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔" خود کو حضرت امام حسین سے قرار دینے میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ جب اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کی قربانی کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کو حضرت امام حسین کی قربانی سے تبدیل کر دیا۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے!!

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ o (سورۃ الصافات۔ 107)

ترجمہ: اور ہم نے اس کو ذبح عظیم سے تبدیل کر دیا۔" اب یہاں پر" ذبحِ عظیم" سے مراد" دنبہ" ہرگز نہیں ہے جو حضرت اسماعیل کی جگہ آ گیا تھا بلکہ یہ ذبحِ عظیم حضرت امام حسین کی ذاتِ مبارکہ ہے جن کی کربلا میں قربانی سے اس ذبحِ عظیم کی تکمیل ہوئی جو حضرت اسماعیل کی ذات سے شروع ہوا تھا جیسا کہ اقبال فرماتے ہیں:

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

پس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی سے تبدیل کر دی گئی جس سے آلِ اسماعیل کو بقا ملی اور بنی اسماعیل میں آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو "حسین سے" اس لئے قرار دیا کہ حضرت امام حسین کی قربانی سے ہی دینِ محمدی اور فقرِ محمدی کو وہ حیاتِ نَو ملی جسے تاقیامت زوال نہیں۔

جب حضرت امام عالی مقام کی عمر مبارک 56 برس ہوئی تو وہ گھڑی بھی آن پہنچی جس اہم فرض کی ادائیگی کے لیے خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا کے لاڈلے اور حضرت علی المرتضیٰ کے نورِ نظر کو

منتخب کیا گیا تھا، وہ گھڑی جس میں دین محمدی کو تاقیامت دوام بخشا جانا تھا۔ 40ھ/ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ نے بیس برس تک کامیابی سے خلافت سنبھالی۔ حضرت امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ ولی عہد بنتے ہی یزید لعین نے اپنے گردونواح کے لوگوں سے بیعت لینا شروع کر دی تھی۔

یزید لعین فطرتاً بے دین، سرکش، متکبر، عیاش اور زانی تھا۔ یہ کہنا ہرگز غلط نہ ہوگا کہ جہاں حضرت امام عالی مقام مظہرِ ذاتِ رحمن تھے وہیں یزید لعین مظہرِ شیطان تھا، حضرت امام عالی مقام امت محمدیہ کے لیے رحمت تھے تو یزید لعین اسی امت کے لیے زحمت تھا۔ آپ کی ذاتِ اقدس دین محمدی کو تاقیامت حیاتِ دوام بخشنے والی تھی تو یزید لعین کو فقر کے نام سے بھی واقفیت نہیں تھی۔ اہل شام سے بیعت لینے کے بعد یزید لعین نے اطراف وجوانب میں عُمال کو خطوط بھیجے تا کہ جن لوگوں نے اب تک اس کی بیعت نہیں کی تھی ان سے بیعت لی جائے اس ضمن میں اس نے مدینہ طیبہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو خصوصی طور پر خط لکھا کہ وہ حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے بیعت لے اور اگر یہ حضرات نہ مانیں تو بیعت کے معاملے میں ان پر سختی کرے۔ حضرت امام عالی مقام حالات کو دیکھتے ہوئے یہ بات سمجھ گئے تھے کہ اگر وہ مدینہ طیبہ میں رکے تو انہیں بیعت کے لیے مجبور کیا جائے گا اور آپ اس غیر شرعی بیعت کو کسی بھی قیمت پر قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

پس آپ نے اپنے تمام خاندان سمیت رات کے اندھیرے میں مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ یہاں بھی سفر کی سختیاں و مصائب وآلام آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکیں۔

کوفہ والے اہلِ بیت؄ کو خلافت کا حقدار سمجھتے تھے جب انہیں خبر ملی کہ حضرت امام حسین نے یزید لعین کی بیعت سے صاف انکار کر دیا ہے تو انہوں نے صلاح ومشورہ کے بعد آپ کو بلاوے کے خطوط لکھنا شروع کر دیئے جن میں آپ کو اپنا امام تسلیم کرنے اور آپ کے دستِ اقدس پر بیعت ہونے کی یقین دہانی کے وعدے کیے گئے تھے۔ اس پر حضرت امام عالی مقام نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو حقیقت کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ بھیجا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ ہزار لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیل کے دستِ اقدس پر حضرت امام عالی مقام کی بیعت کر لی پھر ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ یہ تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ حضرت مسلم بن عقیل نے جب لوگوں کا یہ جوش وعقیدت دیکھا تو حضرت امام حسین کو خط لکھ کر تمام تر صورتحال سے آگاہ فرمایا۔

ادھر شام میں جب یزید لعین کو حضرت مسلم بن عقیل کے دستِ اقدس پر جوق درجوق لوگوں کے بیعت ہونے کی خبر ملی تو اس خبیث نے تمام قبیلوں کے روساء اور امرا کو اپنے دربار میں بلایا اور انہیں بڑے انعام وکرام اور معاوضوں کی پیش کش کی اور اس کے بدلے میں حضرت مسلم بن عقیل سے غداری طلب کی جسے بے وفا اور دغاباز کوفیوں نے قبول کر لیا۔

بعد ازاں دھوکے سے حضرت مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا اور ان کے دو معصوم شہزادوں محمد اور ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو بھی بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا گیا

مکہ میں جب حضرت امام حسین کو حضرت مسلم بن عقیل؄ کا خط ملا تو آپ نے کوفہ جانے کی تیاری شروع فرما دی۔

آپ کو کچھ جلیل القدر صحابہ نے کوفہ جانے سے روکنے کی کوشش

بھی کی اور سمجھایا کہ کوفہ والوں نے آپ کے والد محترم کے ساتھ بے وفائی کی تھی اور انہیں کسمپرسی کی حالت میں شہید کر دیا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حسب سابق آپ سے بھی بے وفائی کر جائیں۔

حضرت امام عالی مقام نے فرمایا ''اب مجھ پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت حق کی خاطر جہاد فرض ہو چکا ہے۔ وہ لوگ بے وفا ہیں یا وفادار مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔

میں قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیشی کے وقت اس سوال سے ڈرتا ہوں کہ تجھے دعوت حق ایسے وقت میں دی گئی تھی جب ظلم اور بربریت کا بازار گرم تھا، سنت نبوی کے خلاف سرکشی ہو رہی تھی، دین اسلام میں بدعات و خرافات کو رواج دیا جا رہا تھا، لوگوں کے حقوق سلب ہو رہے تھے، اسلامی شعار نشانۂ تضحیک بن رہے تھے، اسلامی حکومت و قانون کا تصور مذاق بن کر رہ گیا تھا، ایسے وقت میں تُو نے اس ظلم کے خلاف جہاد کا علم بلند کیوں نہ کیا؟''

چنانچہ حضرت امام عالی مقام نے سفر عراق کا ارادہ فرمایا۔ 3 ذوالحجہ 60ھ/ کو حضرت امام حسین نے اپنے اہل بیت، خدام اور اصحاب کل بہتر (72) نفوس قدسیہ کے ہمراہ عراق کی راہ اختیار فرمائی۔ حضرت امام حسین ابھی راستہ میں ہی تھے کہ انہیں کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر مل گئی۔ خبر پہنچانے والے نے کہا ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ اپنی اور اپنے گھر والوں کی فکر کریں اور یہیں سے لوٹ جائیں کیونکہ کوفہ میں کوئی بھی آپ کا مخلص اور خیر خواہ نہیں ہے بلکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ جو لوگ آپ کو دعوت دینے والے ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔

اس پر آپ کے ایک ساتھی نے جوش میں آ کر کہا ''خدا کی قسم ہم سر زمین کوفہ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک اپنے بھائی مسلم بن عقیل کے خون کا بدلہ نہ لے لیں یا ان کی طرح شہید نہ ہو جائیں۔'' حضرت امام حسین نے فرمایا ''ان لوگوں کے بعد زندہ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔'' (البدایہ والنھایہ)

رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر یہ مختصر سا حسینی قافلہ اپنی جان ہتھیلی پر سجائے فقر محمدی کا بول بالا کرنے کے لیے آگے بڑھتا رہا۔ یہ محرم کی 2 تاریخ اور 61ھ/ تھی جب یہ حسینی قافلہ مختلف مصائب و تکالیف برداشت کرتے ہوئے کربلا کے مقام پر پہنچا۔ کیا شان و عظمت اور جذبہ عشق الٰہی ہے اس حسینی قافلے کا جس نے حق کی خاطر اپنا وطن چھوڑا، سفر کی اذیتیں اور مصائب کو صبر و استقامت سے برداشت کیا اور پھر 2 محرم الحرام سے لے کر 10 محرم الحرام تک دِل دہلا دینے والی آزمائشوں سے گزرے جس کا تصور بھی کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ جنتی حسینی قافلہ محض 72 نفوس قدسیہ پر مشتمل تھا جس میں چھوٹے بچے، پاک بیبیاں اور بوڑھے اور بیمار بھی شامل تھے اور ان کے مقابلے کے لیے یزید شیطان کے حامیوں نے 22 ہزار کی فوج جمع کر لی اور ہر طرح کے اوچھے ہتھکنڈے اپنائے۔ دریائے فرات کا پانی بند کر دیا، خوراک کی ترسیل نہ تھی، تپتی ریت گرمی کی شدت۔

نہ صرف اس قافلے کو زبردستی اس میدان میں روکا گیا بلکہ حضرت امام عالی مقام پر یزید لعین کی بیعت کرنے کے لیے ہر طرح سے دباؤ ڈالا گیا۔

جب کوفی اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے تو جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن حضرت امام عالی مقام کی ہمت، صبر اور ثابت قدمی کا کوئی ثانی نہیں جنہوں نے نہ صرف اپنا تمام خاندان

بلکہ اپنی جان کو بھی راہِ حق پر قربان کر دیا مگر اپنے نانا جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین پر آنچ تک نہ آنے دی۔

جب کبھی ضمیر کا سودا ہو دوستو!
ڈٹ جاو حسین کے انکار کی طرح

بلاشبہ سیدنا حضرت امام حسین نے اپنا گھرانا لُٹانا اور اپنا خون بہانا منظور کر لیا مگر مسلمانوں کی تباہی و بربادی اور دینِ محمدی کی عزت میں فرق آنا برداشت نہ کیا۔

بشر کا ناز، نبوتؐ کا نورِ عین حسین
جنابِ فاطمہ زھرا کے دِل کا چین حسینؓ
کبھی نماز سے پوچھا جو رنج وغم کا علاج
کہا نماز نے بے ساختہ حسین حسین

بے شک سیدالشہدا حضرت امام حسین نے اپنے پیارے نانا، خاتم النبیین، رحمت اللعالمین جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دینِ فقر کے گلشن کو اپنے پاکیزہ نورانی لہو سے ایسا سیراب فرمایا کہ تا قیامت اس گلشن میں آنے والے طالبانِ مولیٰ اس سے سیراب ہوتے رہیں گے۔
حضرت امام حسین کی ذاتِ اقدس سے ہی طالبانِ مولیٰ کو ایفائے عہد، راہِ حق میں جرأت و بہادری، رضائے الٰہی کے حصول میں حقیقی وفا و قربانی اور شدید سخت آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے کا حوصلہ جیسے عظیم درس ملتے ہیں جو کسی بھی علمائے ظاہر سے نہیں مل سکتے۔ بحیثیت طالبِ مولیٰ ہر مرید کو جان لینا چاہیے کہ اس کی زندگی میدانِ کربلا کی طرح ہوتی ہے جہاں اسے ہر وقت یزیدی خواہشات اور دنیا و شیطان کے باطل لشکروں سے مقابلہ کرنے کے لیے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے اور پھر بالآخر کامیاب وہی طالب ہوتا ہے جو اپنی جان و مال، آرام و سکون اور گھربار صبر و عشق سے مالک (مرشد) کے حوالے کر دے۔

لہٰذا جو بھی اہلِ بیت سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اسے کشادہ دلی سے نہ صرف راہِ فقر اختیار کرنی چاہیے بلکہ میدانِ کربلا میں حضرت امام عالی مقا اور آپؓ کے جانثار ساتھیوں کی وفا و ثابت قدمی کو بھی ہر وقت ذہن نشین رکھنا چاہیے۔

ایسا طالبِ مولیٰ ہی اہلِ بیت کی محبت کے دعویٰ میں سچا ثابت ہو سکتا ہے ورنہ جھوٹے دعوے تو غدار کوفیوں نے بھی بہت کیے تھے۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں التجا ہے کہ وہ ہمیں اہلِ بیت سے سچی محبت و عقیدت نصیب فرمائے اور ہمیں اس غلامی میں استقامت عطا فرمائے۔ آمین

مفتی نظام الدین نوری!

شخصیت و کارناموں کے تناظر میں

از۔محمد قمر انجم قادری فیضی
صحافی روزنامہ شان سدھارتھ، سدھارتھ نگر

[نوٹ 24 : مئی بروز منگل 2022 کو مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کارروڈ ایکسڈینٹ میں انتقال پر ملال ہوگیا تھا۔یوم وصال پر افادہ عام کے لئے خصوصی تحریر پیش قارئین ہے]

رئیس الفقہاء جامع فروع و اصول ماہر درس و تدریس خطیب الہند خلیفہ تاج الشریعہ علامہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ المعروف نوری جدید انفرادی شان کے استاذ تھے۔کسی بھی معاشرے میں معلم کا کردار طرزِ معاشرت پر منحصر ہوتا ہے۔بہت سے معاشروں میں معلم یا معلمہ کو صرف تعلیمی مضامین پڑھانے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے تاہم ایک معلم کے فرائض میں اور بھی بہت سے چیزیں شامل ہیں جیسا کہ ہدایات، پیشہ ورانہ تربیت، سماجی بہبود کا شعور اور زندگی میں کامیابی کے لیے ضروری دیگر ضروری صلاحیتیں۔ یہ پیشہ اپنی کے پیشِ نظر نہایت مقدس اور باعزت سمجھا جاتا ہے کیونکہ ایک معلم بچوں کی اچھی تربیت اور تعلیم دے اپنی قوم کے مستقبل کی تعمیر کر رہا ہوتا ہے۔کسی بھی انسان کی کامیابی کے پیچھے اچھے استاد کی بہترین تربیت کارفرما ہوتی ہے۔خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کی زندگی میں اچھے استاد میسر آجاتے ہیں۔ایک معمولی سے نوخیز بچے سے لے کر ایک کامیاب فرد تک سارا سفر اساتذہ کا مرہون منت ہے۔وہ ایک طالب علم میں جس طرح کا رنگ بھرنا چاہیں بھر سکتے ہیں

کسی بھی انسان کی کامیابی کے پیچھے اچھے استاد کی بہترین تربیت کارفرما ہوتی ہے۔خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کی زندگی میں اچھے استاد میسر آجاتے ہیں۔ایک معمولی سے نوخیز بچے سے لے کر ایک کامیاب فرد تک سارا سفر اساتذہ کا مرہون منت ہے۔ وہ ایک طالب علم میں جس طرح بھرنا چاہیں بھر سکتے ہیں۔استاد ایک چراغ ہے جو تاریک راہوں میں روشنی کے وجود کو برقرار رکھتا ہے۔استاد وہ پھول ہے جو اپنی خوشبو سے معاشرے میں امن، مہر و محبت و دوستی کا پیغام پہنچاتا ہے۔استاد ایک ایسا رہنما ہے جو آدمی کو زندگی کی گم راہیوں سے نکال کر منزل کی طرف گامزن کرتا ہے۔معاشرے میں جہاں ماں باپ کا کردار بچے کے لیے اہم ہے، وہاں استاد کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔ماں باپ بچوں کو لفظ بہ لفظ سکھاتے ہیں، ان کی اچھی طرح سے نشوونما کرتے ہیں۔۔

ان کو اٹھنے، بیٹھنے اور چلنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں مگر استاد وہ عظیم رہنما ہے جو آدمی کو انسان بنا دیتا ہے، آدمی کو حیوانیت کے چُنگل سے نکال کر انسانیت کے گُر سے آشنا کرواتا ہے۔استاد آدمی کو یہ بتاتا ہے کہ معاشرہ میں لوگوں کے ساتھ کیسے رشتے قائم رکھنے چاہئیں۔

استاد، ایک معمولی سے آدمی کو آسمان تک پہنچا دیتا ہے۔ استاد مینار نور ہے جو اندھیرے میں ہمیں راہ دکھلاتا ہے۔ایک سیڑھی ہے جو ہمیں بلندی پر پہنچا دیتی ہے۔ایک انمول تحفہ ہے جس کے بغیر انسان ادھورا ہے۔اس شعر کے مصداق

دیکھا نہ کوئی کوہ کن فرہاد کے بغیر
آتا نہیں ہے کوئی فن استاد کے بغیر

استاد کو والدین کے بعد سب سے زیادہ محترم حیثیت حاصل ہے، یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ استاذ گرامی وقار حضرت علامہ الحاج مفتی نظام الدین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان ایک بہترین معلم اور عمدہ استاذ تھے آپ گونا گوں خوبیوں سے مزین تھے گورکھپور کمشنری کے ضلع مہراج گنج کے ایک علمی ادبی روحانی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے، دارالعلوم فیض الرسول براوں شریف کے تعلیم یافتہ عالم دین اور اسی کے موقر و مستند استاذ تھے۔آپ جہاں ایک بلند پایہ عالم دین، ممتاز فقیہ، عمدہ ادیب انفرادی شان کے استاذ تھے وہیں بہترین خطیب، لاجواب شاعر، اور عمدہ قلمکار تھے آپ اپنی خطابت کی وجہ سے عوام وخواص میں یکساں مقبول و ممدوح تھے۔

[ولادت مبارکہ]

آپ کی پیدائش ضلع مہراج گنج کے موضع بڑہرا کندھئی تھانہ پورندر پور میں 05 فروری 1962ء/ میں الحاج الطاف حسین صاحب کے یہاں ہوئی،

[تعلیم وتربیت]

ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ اہلسنت نورالاسلام میں ہوئی، بعدہ دارالعلوم مئوید الاسلام مگہر ضلع بستی ہوتے ہوئے مرکز علم وفن دارالعلوم فیض الرسول براوں شریف میں 22/ محرم الحرام 1403ھ/ مطابق 7/ نومبر 19982ء/ میں عرس شیخ المشائخ قطب وقت سیدنا شاہ یار علی شعیب الاولیاء لقد رضی المولی عنہ اور سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے مبارک و مسعود موقع پر ممتاز الاساتذہ علامہ عبدالمصطفی اعظمی علیہ الرحمہ و دیگر علماء کرام و مشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں سند فراغت و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔منشی مولوی، عالم کامل اور فاضل میں بھی امتیازی حیثیت حاصل تھی۔

[آپ کے خاص اساتذہ]

آپ کو شیخ العلماء غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ، سلطان الواعظین علامہ عبدالمصطفی اعظمی علیہ الرحمہ، سلطان المناظرین علامہ مفتی عتیق الرحمن خان نعیمی علیہ الرحمہ، علامہ مفتی حکیم ابوالبرکات نعیم الدین صدیقی علیہ الرحمہ، بدر ملت علامہ مفتی بدرالدین رضوی نوری علیہ الرحمہ، استاذ العلماء علامہ محمد یونس نعیمی علیہ الرحمہ، حجۃ العلم مفتی محمد قدرت اللہ رضوی علیہ الرحمہ، شیخ الاساتذہ علامہ سید احمد انجم عثمانی علیہ الرحمہ، مفکر اسلام علامہ الشاہ الحاج غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی، وغیرہ جیسی جلیل القدر شخصیات سے شرف تلمذ حاصل ہوا تھا۔مدرسہ عربیہ نورالاسلام میں مولانا محمد اسلام مرحوم اور مولانا نیاز احمد ابتدائی استاد رہے۔مگہر میں مولانا ذکی فارسی کے خاص استاد تھے۔

ہم عصر علماء کرام۔

ممتاز الفقہاء علامہ مفتی محمد مستقیم مصطفوی صاحب قبلہ، علامہ مفتی ابو

طالب فیضی صاحب قبلہ، مفتی ظہور احمد رضوی بہار، مولانا محمد صفی اللہ مہراج گنج، مفتی شہاب الدین نوری صاحب قبلہ،

فراغت :۔1403ھ/ مطابق 1982ء/ کو فراغت ہونے کے بعد کئی مدارس میں درس وتدریس کے کام انجام دئے اخیر میں دارالعلوم فیض الرسول براوں شریف میں تاحین حیات علوم دین نبویہ کی ترویج واشاعت کرتے رہے۔ تفصیل کچھ اس طرح سے ہے بعد فراغت آپ نے درس وتدریس کا آغاز جامعہ عربیہ اہلسنت معراج العلوم بھدوکر باز ارسدھارتھ نگر سے کیا اور وہاں 2/ سال تک تدریسی خدمات انجام دی، اسکے بعد دارالعلوم مسکینیہ دھوراجی گجرات میں 6/ سال تک درس وتدریس کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب خوب ترویج و اشاعت کی، پھر باندہ ضلع میں واقع دارالعلوم عربیہ اسلامیہ اہلسنت سعدی مدن پور میں 8/ سال تک بحیثیت صدرالمدرسین اپنے فرائض منصبی کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ 1999ء/ میں دارالعلوم فیض الرسول براوں شریف کے ارباب بست وکشاد خصوصاً شہزادہ شعیب الاولیاء مفکر اسلام علامہ الحاج الشاہ غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے اشارہ ابرو پر پروانہ وار نثار ہوتے ہوئے اپنے مادر علمی کی خدمات کو معراج زندگانی تصور کرتے ہوئے تادم تحریر تشنگان علوم نبویہ کے دلوں میں علم دین کے حوالے پھوٹتی ہوئی چنگاریوں کو شعلہ جوالہ بنانے میں ہمہ دم مصروف عمل رہے۔

مشہور تلامذہ :۔آپ کی فضلاء کی تعداد لاکھوں میں ہے۔اس طرح سے آپ کا تدریسی زمانہ تقریباً چالیس سال پر محیط تھا۔۔

ادبی سرمایہ : آپ کے قلمی کارناموں میں (1) شریعت اور صوفی (2) مذکورات شرح منثورات (3) انہج التشریحات شرح مرقاۃ (4) اصول فقہ جیسی معتبر اور مستند تحقیقی کتابیں شامل ہیں، نیز ایک نعتیہ دیوان جس کا نام "مطاع بخشش" ہے جو کہ زیر ترتیب ہے۔آپ کے شاعرانہ ذوق کے بارے میں مشہور ادیب علامہ کلام ازہر القادری لکھتے ہیں۔۔آپ کا شاعرانہ ذوق بھی قابل داد وتحسین ہے تنگ قوافی میں آپ بڑوں بڑوں کا قافیہ تنگ کر دیتے تھے۔نئی نئی زمینوں اور غیر معروف بحروں میں بھی آپ فی البدیہہ اشعار کہہ لینا یہ آپ کا خاصہ تھا۔میرے اس دعوے کی دلیل مطاع بخشش کی صورت میں زیر ترتیب ہے جس میں حمد، نعت، اور منقبت کے گلہائے رنگا رنگ مشام جاں کو معطر کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔

[شان خطابت] شان خطابت کے حوالے سے علامہ ازہر القادری صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کی شان خطابت بھی ناقابل فراموش تھی، مقتضائے حال کے مطابق گفتگو، قصے کہانیوں اور روداد سفر سے اجتناب، قرآن واحادیث سے مدلل ومبرہن بیان، سامعین کے قلوب واذہان کو منور ومجلی کرتا ہوا۔میرے اپنے خیال کے مطابق آپ کی تمہید ہی اصل تقریر ہوتی ہے تقریر سے پہلے موضوع کے مطابق دو چار شعر، ولولہ انگیز اشعار عموماً جو آپ کے ہی لکھے ہوتے تھے اسے سنا کر سامعین کے دلوں پر قبضہ کر لینا آپ کے معمولات میں سے تھا۔

[زیارت حرمین شریفین] آپ نے اپنی زندگی میں دو بار حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا تھا۔ 1999ء/ میں پہلی

مرتبہ تنہا سفر کیا۔اور دوسری بار 2003ء/ میں والدین کریمین کے ساتھ زیارت حرمین شریفین سے شرفیاب ہوئے۔۔

[بیعت و خلافت] شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت حاصل تھی اسی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ 'نوری، کالاحقہ بھی پڑھنے اور سننے کو ملتا ہے۔آپ دارالعلوم فیض الرسول براوں شریف میں 'نوری جدید، کے نام سے مشہور ومعروف تھے۔اور یہی لفظ نوری آپ کا قلمی شعری تخلص تھا،حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اور حضور گلزار ملت مدظلہ العالی مسولی شریف سے تمغہ خلافت بھی حاصل تھا۔

[شخصیت کی درخشانی]

نوری صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے فضل وکمال کے ساتھ ساتھ آپ کی وسعت علم کے بھی علماء،فضلاو دانشوران قائل نظر آتے ہیں،آپ اپنے دور کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے،آپ کے فضل و کمال،ذہانت وفطانت،خطابت،طبّاعی و دراکی کے سامنے بڑے بڑے علما،فضلا،یونیورسٹیوں کے اساتذہ،محققین،پروفیسران، نظروں میں نہیں جچتے تھے۔علوم دینیہ،فقہ،حدیث،تفسیر،وغیرہ میں آپ کو جو عدیم النظیر مہارت حاصل تھی آج فی الحال اس میں کسی کو کلام نہیں،دینی و درسی علوم خصوصاًفقہ وحدیث،تفسیر،منطق،ادب، فلسفہ،علوم میراث،پرآپ کی نظر وسیع اور گہری تھی،آپ جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ سائل کے استفسارات کے جواب تحریر فرماتے تھے [یا طلباء کے مسئلہ لا ینحل کو حل فرماتے تھے] اس سے آپ کی جامعیت،علمی بصیرت،فقہی جزرسی،استحضار،ذہانت،طبّاعی اور تبحرعلمی کا پورا پورا اندازا ہوتا ہے،آپ عہدِ جدید کے عظیم عبقری شخصیت کے مالک تھے،جس پر آپ کی علمی تحقیقات وتصنیفات شاہد اور زمانہ خود گواہ ہے۔زمانے نے آپ کو جانچا،پرکھا اور پھر آفتاب،ماہ تاب بنا دیا علمائے ہند نے آپ کے فضل وکمال کی کھلے دل سے داد دی اور خوب خوب سراہا،اسی لئے مجھے یہ بات کہنے میں کوئی تردد نہیں کہ رئیس الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین نوری علیہ الرحمہ اپنے اساتذہ کرام کے صحیح معنوں علمی وفکری جانشیں تھے۔اپنی علمی وسعت،فنی مہارت،فقہی کمال،عالمانہ جاہ وجلال اور ذہانت وطباعی میں اس وقت فقہائے اہلِ سنت کے جھرمٹ میں ایک امتیازی شان کے مالک تھے۔حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ ملک کی عظیم مرکزی درسگاہ دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براوں شریف کے ایک قابل قدر اور ہر دلعزیز استاذ تھے نکتہ رس،دقیقہ داں خطیب تھے،مسائل شرعیہ کے کلیات وجزئیات پر نظر عمیق رکھنے والے صاحب مسند افتاء تھے،الغرض شاخِ واحد میں درجنوں رنگ و بو کے مالک تھے۔آپ جیسی شخصیت کسی بھی قوم اور تلامذہ کرام کے لئے سرمایۂ حیات کی حیثیت رکھتی ہے۔اچھے استاد کے نمایاں اوصافپروفیسر شیخ عبد الرشید لکھتے ہیں۔لگ بھگ ڈیڑھ ہزار سال قبل افلاطون نے کہا تھا کہ بہترین معاشرہ تشکیل دینے کے لئے بہترین نظام تعلیم ضروری ہے،لیکن دوسری طرف کسی بھی معاشرے کا تعلیمی نظام اس معاشرے کے مجموعی ثقافتی معیار سے مشروط ہے،چنانچہ مختلف معاشروں کے ثقافتی معیار کے مطالعے کے بعد ممتاز مورخ ایچ۔جی ویلز یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ ”انسانی تاریخ،تعلیم اور تباہی کے مابین روز بروز ایک دوڑ بنتی جارہی ہے۔“کسی بھی نظام تعلیم میں خود تعلیم کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور نصاب تعلیم اس نظام کے مقاصد کی تکمیل کا تحریری ذریعہ ہوتا ہے،لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ متعلم کی شخصیت پر سب سے قوی

اور فوری اثر نہ نظام تعلیم کا مرتب ہوتا ہے اور نہ اس نصاب کا۔
اس جادو کا سرچشمہ استاد کی ذات ہے۔کوئی بھی انسان بالخصوص نوخیز انسان جس قدر گہرا اثر خود انسان سے قبول کرتا ہے، ایسا اثر وہ کسی اور ذریعے سے قبول نہیں کرتا اور انسانوں میں متاثر کرنے کا کام شعوری طور پر استاد ہی انجام دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ زندہ اور متحرک معاشرے استاد کو ایک ممتاز اور محترم فرد تصور کرتے ہیں۔مسلم معاشرے میں استاد نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔قدیم یونان اور چین میں تو استاد کی گویا پوجا ہوتی تھی۔یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد سے استاد مغربی معاشروں میں بھی بڑی قدر و منزلت کا حامل ہوگیا۔جرمنی میں بھی استاد کی بے حد تکریم ہے۔استاد ہر کہیں واجب الاحترام ہے۔اس کے کام اور مرتبے کا ہر کوئی معترف ہے، مگر اس کے رتبے کی پہچان اگر کہیں کم ہے اچھا استاد اپنے شاگردوں کا ''محبوب'' ہوتا ہے۔
استاد کا انداز حیات اور اس کی گفتار و کردار طالب علم پر اثر انداز ہوتی ہے۔استاد کی عادات، اظہار، اعتدال، عالی ظرفی، وقار و متانت اور علم و تحقیق ہی اسے محبوب بنا سکتے ہیں۔اگر استاد کی شخصیت میں محبوبیت کا فقدان ہو تو وہ اچھا استاد نہیں بن سکتا۔محبوب راہنما و استاد ہی تعلیم و تطہیر کا فریضہ بحسن و خوبی ادا کر سکتا ہے، چنانچہ استاد کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے posture کو، اپنے مزاج کو، اپنے ڈھنگ کو بھی متوازن رکھے۔۔جاری۔

علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھیؒ

ملتِ اسلامیہ کے ایک نابغۂ روزگار مفکر و مبلغ

مفتی عبد اللطیف رضوی علیمی
خادم : جامعہ علی حسن اہلسنت اترولہ

قرونِ وسطیٰ کے بعد جب ملتِ اسلامیہ فکری انحطاط، تہذیبی تنزل اور سیاسی انتشار کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب چکی تھی، تو ایسے مخدوش و مضطرب ماحول میں چند رجالِ عظیم پیدا ہوئے جنہوں نے زوال کی اس تاریک شب میں علم و حکمت، دعوت و تبلیغ اور حکمتِ الٰہیہ کے دیے روشن کیے۔ انہیں نفوسِ قدسیہ میں سے ایک درخشاں نام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی کا ہے، جنہیں بجا طور پر بیسویں صدی کی عالم اسلام کی فکری و روحانی تاریخ کا عبقری اور نا قابل تکرار کردار کہا جا سکتا ہے۔

علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ ۱۸۱۲ء میں ہندوستان کے علمی و دینی مرکز میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق اس خانوادہ علم و فضل سے تھا جس کی رگوں میں عشقِ رسول ﷺ، دین کی غیرت، اور امت کی فلاح کا خون دوڑتا تھا۔ آپ نے کم سنی ہی میں علومِ دینیہ کی تکمیل کی اور حدیث، تفسیر، فقہ، فلسفہ، اور علم الکلام میں دسترس حاصل کر لی۔

حضور مبلغ اسلام علیہ الرحمہ وہ مردِ خدا تھے جنہوں نے دین مبین کے پیغام کو محض خطبوں یا تحریروں تک محدود نہ رکھا، بلکہ اسے میدانِ عمل میں ڈھال کر پوری دنیا میں پھیلایا۔ وہ ایک چلتی پھرتی اسلامی یونیورسٹی تھے، جن کے وجود سے فصاحت و بلاغت ٹپکتی، اور جن کے لبوں سے نکلنے والا ہر لفظ دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا۔ آپ نے دین حق کی سربلندی کے لیے درجنوں ممالک کا سفر کیا، جن میں مشرق بعید، یورپ، افریقہ، امریکا اور برطانیہ شامل ہیں۔ ہر خطے میں انہوں نے اسلام کی صداقت کو ایسے دلائل اور حقائق کے ساتھ پیش کیا کہ عقلِ مغرب بھی محوِ حیرت ہوگئی۔ سنگا پور، ملائیشیا، جنوبی افریقہ، انڈونیشیا، برطانیہ، ہر جگہ انہوں نے اسلام کے آفاقی پیغام کو عقل و دلیل کی قوت سے ثابت کیا اور جدید ذہن کو دین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ کا اصل ہتھیار علم تھا۔ وہ دلیل کے ساتھ کفر و شرک کے بتوں کو پاش پاش کرتے، اور فلسفۂ مغرب کے کھوکھلے دعووں کو منطقی انداز میں رد کرتے۔ ان کی تحریریں اور خطبات صرف جذباتی نعرے نہیں بلکہ فکر و نظر کے طوفان تھے۔ انہوں نے اسلام کو صرف عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر ضابطۂ حیات کے طور پر دنیا کے سامنے رکھا۔

آپ رحمتہ اللہ نہ صرف فصیح البیان خطیب تھے بلکہ اعلیٰ درجے کے مفکر اور مصنف بھی تھے۔ ان کی تحریریں عربی، اردو اور انگریزی زبان میں ملتی ہیں، اور ان میں فکری کاٹ، تہذیبی وقار، اور دینی

غیرت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ ان کی تحریریں مغرب زدہ ذہنوں کے لیے تازیانہ، اور سچائی کے متلاشیوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ان کی نمایاں تصانیف میں شامل ہیں:

عربی میں

۱) حقیقۃ المرزائین

۲) ضرائب الحج

اردو میں

۱) ذکر حبیب

۲) کتاب التصوف

۳) بہار شباب

۴) صوت الحق

۵) مرزائی حقیقت کا اظہار

۶) احکام رمضان

حضور مبلغ اسلام نے صرف مخالفت نہیں کی، بلکہ مکالمہ کیا۔ لیکن ان کا مکالمہ چاپلوسی پر مبنی نہیں ہوتا تھا، بلکہ عزتِ نفس، وقار اور سچائی پر مبنی ہوتا۔ وہ ہر مذاہب کے رہنماؤں سے بات کرتے، مگر سر جھکا کر نہیں، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کرتے، اور اسلام کو برتر، اعلیٰ، اور ابدی حق کے طور پر پیش کرتے۔ ۲۲ ذی الحجہ/ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۲ اگست/ ۱۹۵٤ء میں علامہ عبد العلیم صدیقیؒ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ یہ ان کی سچائی، اخلاص اور نسبتِ مصطفوی ﷺ کا انعام تھا کہ ان کا مدفن مدینہ کی مقدس زمین میں بنا۔ ان کی قبر آج بھی عقیدت مندوں کے لیے زیارت گاہ ہے۔

المختصر: آج جب امتِ مسلمہ فکری انتشار، علمی پسماندگی، اور تہذیبی غلامی کا شکار ہے، تو علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کا پیغام ایک ناقوسِ بیداری بن کر ہمیں جھنجھوڑ رہا ہے۔

وہ ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ اسلام محض رسوم کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک کامل نظامِ حیات ہے، جسے حکمت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنا ہی ہمارا منصبی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مولیٰ ہم سب کو اپنی بزرگوں کے نقش قدم پر گامزن ہو کر دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدنا الشیخ صدرالدین عارف باللہ سہروردی ملتانی

ازقلم: خطیب غوثیہ شاہی قاضی شہر ضلع دوحد خلیفۂ شیخ الاسلام
سید محمد نذیر میاں نذیر الہاشمی سہروردی
آستانۂ عالیہ سہروردیہ غوثیہ دوحد شریف الہند

آں بلند آوازہء عالم پناہ
سروردیں، افتخار صدرگاہ
صدر دین و دولت آں مقبول حق
نہ فلک از خوان جودش یک طبق
ملتان تیرے جلووں سے جنت نظیر ہے
تیرا وجود عظمت برصغیر ہے

برصغیر (ہندو پاک) کی سرزمین کو جن مشائخ کرام نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے عظمت وشرف بخشا اور اس ظلمت کدہ خطہ میں اسلام کی شمع فروزاں کرکے دین اسلام کی نشر واشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا ان میں ایک نمایاں مقام ہمارے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت سیدنا الشیخ صدرالدین عارف باللہ سہروردی ملتانی علیہ الرحمہ کا ہے، آپ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے ایک عظیم روحانی بزرگ ہیں، آپ نے اپنے علم وفضل اور اخلاق وکردار کے ذریعہ برصغیر (ہندو پاک) میں دین اسلام کی بے مثال خدمات جلیلہ انجام دی ہیں۔ آپ اپنے والد محترم غوث العالمین سیدنا غوث بہاوالدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی پوری حیات مبارکہ اتباع رسالت تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفوس میں گزار دی، آپ کی ذات والا ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں بلکہ عالم آشکارا ہے لیکن آپ کے ذکر میں کچھ ایسی حلاوت ہے جس سے قند مکرر کا لطف آتا ہے اس لیے اجمالی طور پر آپ کا تذکرہء پاک تحریر کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں!

ولادت باسعادت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے غوث العٰلمین حضرت سیدنا غوث بہاوالدین زکریا ملتانی سہروردی علیہ الرحمہ کو سات فرزندوں اور دو صاحبزادیوں سے نوازا تھا۔ ان میں سب سے بڑے فرزند ارجمند حضرت شیخ العارف صدرالدین عارف باللہ سہروردی علیہ الرحمہ ہیں، آپ 621ھ میں بی بی رشیدہ بانو کے بطن عفت سے پیدا ہوئے، جو حضرت شیخ احمد غوث علیہ الرحمہ کی دختر اور حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی قادری علیہ الرحمہ کی بہن تھیں، اس تقریب سعید پر ارادتمندوں نے بڑی خوشیاں منائیں، اور حضرت غوث العالمین علیہ الرحمہ نے ملتان شریف کے غربا ومساکین کے دامن زر وجواہر سے بھر دیے، آپ کا پیدائشی نام محمد رکھا گیا اور صدرالدین، عارف، مخدوم اور شیخ الاسلام جیسے القاب سے شہرت دوام ملی آپ کی کنیت ابوالمغانم ہے، سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے ایک معروف بزرگ حضرت شاہ رکن الدین والعالم ملتانی علیہ الرحمہ آپ ہی کے فرزند ارجمند ہیں۔ اس وقت حضرت غوث العالمین کی جس قدر اولاد موجود ہے

ان میں اکثر کا سلسلہ آپ پر ہی جا کر پیوستہ ہوتا ہے، حضرت شیخ العارف علوم ظاہری و باطنی اور کمالات صوری و معنوی کے جامع تھے سخاوت، شجاعت حلم اور نیک اخلاق میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اپنے دور کے قطب اور مقتدائے زمانہ ہیں آپ اپنے والد ماجد کے بعد ان کے جانشین ہوئے، آب کوثر کے مصنف لکھتے ہیں کہ غالباً ہندوستان میں موروثی سجادہ نشینی کی یہ پہلی اہم مثال ہے جس پر بعد میں اچ کے قادری پیروں نے بھی عمل کیا، ہندوستان کے مشائخ میں شاید سب سے پہلے آپ تھے، جنہیں حضرت شیخ ابن عربی علیہ الرحمہ کے نظریوں اور تصانیف کے متعلق اطلاع ملی۔ (آب کوثر ص ۲۶۲)

تعلیم و تربیت: صاحب انوار غوثیہ لکھتے ہیں حضرت صدرالدین عارف علیہ الرحمہ کی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت غوث بہاوالدین زکریا علیہ الرحمہ کی زیر نگرانی میں ہوئی اور وہی آپ کے علوم ظاہری اور باطنی کے استاذ تھے جب استاذ ایسا سر برآوردہ روزگار ہو اور شاگرد ایسا باکمال ہو تو پھر لیاقت کا کیا کہنا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت صدرالدین عارف علم و فضل میں یگانۂ روزگار ہوئے، اور قرآن مجید حفظ کر کے دینیات میں اعلیٰ دستگاہ بہم پہنچائی۔ چنانچہ اس وقت کوئی شخص علم و فضل میں آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ جب علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو اپنے والد بزرگوار جو آپ کے پیر و مرشد بھی تھے۔ آپ کو علوم باطنی اور اسرار معرفت کی تعلیم شروع کی۔ اور علم سلوک میں تھوڑی سی رہنمائی سے آپ عارفان زمانہ سے سبقت لے گئے، اور کثرت مجاہدہ اور نور معرفت کے سبب آپ کا نام عارف مشہور ہوا چنانچہ جملہ کتب سیر و تواریخ میں آپ اسی نام سے مشہور ہیں (انوار غوثیہ ص ۱۵۸)

عارف لقب کی وجہ تسمیہ: جب آپ کلام مجید پڑھتے تو کمال غور و فکر مطالب پر کرتے اور جس وقت قرآت اور تلاوت میں مصروف ہوتے تو مطالب پر کمال غور و خوض فرماتے، انواع و اقسام کے انوار معانی سے آپ کا دل و دماغ منور ہو جاتا تھا، آپ کی ہمت ایسی عالی مقام تھی کہ اسباب دنیا میں سے کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے گویا وہ بحر معرفت کے غواص اور اسرار قدرت کے شناسا تھے یہی وجہ ہے کہ کثرت عرفان سے آپ کا لقب عارف مشہور ہوا (انوار غوثیہ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

سارا اثاثہ راہ خدا میں لٹا دیا: حضرت شیخ الاسلام سیدنا غوث بہاوالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جب خاندان سہروردیہ کے جلیل القدر بزرگوں اور اپنے خانوادہ کے اکابرین نے دستار غوثیت آپ کو باندھی اور آپ ارشاد و ہدایت پر متمکن ہوئے، تو آپ کے والد بزرگوار کا تمام ترکہ بموجب شرع شریف جملہ مستحقین میں تقسیم کر دیا خزینۃ الاصفیاء کے بموجب ستر لاکھ اشرفی نقد ماسوائے دیگر اسباب از قسم ظروف پارچہ جات مکانات وغیرہ حضرت غوث العالمین سیدنا غوث بہاوالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے ہر صاحبزادے کے حصے میں آئے تھے مگر شیخ الاسلام حضرت صدرالدین عارف علیہ الرحمہ نے اول روز ہی تمام زر و نقد تمام فقرا مساکین اور اہل حاجت پر ایثار فرمایا اور ایک درم بھی اپنے واسطے نہ رکھا۔ جب کسی نے آپ سے سوال کیا کہ غریب نواز! آپ کے والد بزرگوار کے پاس تو ہزاروں روپے خزانے میں جمع رہتے تھے اور حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا خرچ

فرماتے تھے، کیا سبب ہے کہ آپ نے تمام روپیہ ایک ہی دن میں خیرات کر ڈالا اور خزانہ میں کچھ نہیں رکھا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے والد بزرگوار ہمیشہ دنیا پر غالب رہے اس واسطے مال وزر کی موجودگی ان کو کوئی ضرر و نقصان نہ پہنچا سکتی تھی۔ میں بھی بفضلہ تعالیٰ اکثر دنیا پر غالب رہتا ہوں۔ مگر کبھی مساوات کا درجہ ہو جاتا ہے اس واسطے مجھے خوف ہے کہ اس کی صحبت مجھے نقصان نہ پہنچائے بموجب" حب الدنیا راس کل خطیۃ اور حب المال یفسد المال" ترجمہ: مال کی محبت ہر غلطی کا سبب ہے اور مال کی محبت اخروی زندگی کو تباہ کر دیتی ہے پس مجھے اب آزادی حاصل ہے کہ مبادا کبھی یہ مجھ پر غالب آجائے (انوار غوثیہ ص ۱۵۹)

رشد و ہدایت: مورخ اسلام جناب نور احمد خاں فریدی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ تبلیغ اسلام اصلاح اعمال اور تزکیہ نفس کے جو خطوط حضرت شیخ الاسلام غوث بہاوالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ قائم کر گئے تھے۔ حضرت صدرالدین عارف باللہ نے اس عمدگی سے قائم رکھا کہ دنیا عش عش کر اٹھی اور ہر شخص کے دل پر آپ کی عظمت جلالت کا سکہ بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی خانقاہ کے شرف و مجد کو برابر قائم رکھا اور اکابر مشائخ و فقرا جو اس آستانے کی زینت تھے یعنی سید السادات حضرت سید جلال الدین بخاری۔ مولانا فخرالدین عراقی میر حسینی، سلطان التارکین حمیدالدین حاکم، خواجہ حسن افغان علیہم الرحمہ سب کے سب حضرت شیخ العارف کے انیس و جلیس بنے رہے دوسرے لفظوں میں ہم کہ سکتے ہیں کہ شیخ العارف کی ہمہ گیر شخصیت نے انہیں ملتان سے جانے نہ دیا۔ اور اکابر اہل اللہ کی آمد کا سلسلہ جوں کا توں قائم رہا، حضرت عارف باللہ کا یوم انضباط اوقات بھی وہی تھا جس پر حضرت شیخ الاسلام حضرت غوث بہاوالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ زندگی بھر عمل پیرا رہے۔ اور اوراد و اذکار کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ بقول حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی حضرت شیخ العارف مبتدی منتہی کو بلا کسی امتیاز تعلیم دیتے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد بلا ناغہ حضرت شیخ العارف اپنے والد ماجد کے منبر پر بیٹھ کر وعظ فرماتے جو اکثر قرآن مجید کے اسرار و معارف پر مشتمل ہوتا۔ آپ کی کیمیا اثر صحبت اور تربیت سے بہت سے ارباب کمال پیدا ہوئے اور ہزار ہا لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ آپ نے خاندان سہروردیہ کی عظمت و تقدیس کو برصغیر میں پوری شان و شوکت کے ساتھ قائم رکھا۔ (تذکرہ مشائخ سہروردیہ قلندریہ ص ۱۵۳،۱۵۲)

شیخ العارف کا مقام:

صاحب بزم صوفیہ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ صدرالدین عارف باللہ علیہ الرحمہ حضرت شیخ غوث بہاوالدین زکریا ملتانی نوراللہ مرقدہ کے فرزند ارجمند تھے۔ والد بزرگوار کی صحبت میں عقلی اور روحانی تعلیم پائی تھی اسی تعلیم کی بدولت اپنے زمانہ میں سر حلقہ اولیا سمجھے جاتے تھے ان کے والد بزرگوار کے ایک مرید حضرت میر حسینی سادات علیہ الرحمہ نے آپ کے روحانی مرتبہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے!

آں بلند آوازہء عالم پناہ
سرور دیں، افتخار صدرگاہ
صدر دین و دولت آں مقبول حق
نہ فلک از خوان جودش یک طبق

آب حیوان قطرہ بحر دلش
چوں خضر علم لدنی حاصلش
معتبر چوں قول او افعال او
ہم بیان او گواہ حال او
مقتدائے دین قبول خاص وعام
دولتش گفتہ توئی خیر الانام
ملک معنی جمع در فرمان او
ہم بکسب وہم بمیراث آن او

ان کے علاوہ حضرت مولانا جمالی اور دیگر اکابرین نے بھی آپ کے مناقب ومحامد میں بہت سے کلام تحریر کیے ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں (تذکرہ صدرالدین عارف ج۱ص ۲۱)

تصرفات شیخ العارف:

سیر العارفین میں حضرت مولانا جمالی سہروردی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ رکن الدین فردوسی علیہ الرحمہ جو ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں اور جو بجائے خود شیخ الکل اور شیخ نجیب الدین فردوسی علیہ الرحمہ کے پیرو مرشد اور حضرت مخدوم یحیی منیری فردوسی علیہ الرحمہ کے دادا پیر ہیں، روایت ہے کہ" جب میں دہلی کی طرف جارہا تھا۔ تو میرا گزر شہر ملتان دارالامن والامان میں ہوا اور میں خانقاہ غوثیہ میں حضرت شیخ صدرالدین عارف ملتانی کا مہمان ہوا کہ چاندنی رات تھی اس وقت آپ کے ہاں علما مشائخ کی بڑی تعداد جمع تھی جب کھانے وقت ہوا تو شیخ العارف نے دسترخوان طلب فرمایا۔ تو ایسا پرتکلف دستخوان بچھایا گیا کہ بادشاہوں کے ہاں کیا ہوگا، بہت سے بزرگ دسترخوان پر تھے۔ خود شیخ العارف کے سامنے قسم قسم کے طعام رکھے تھے۔ مجھے پابندی میں من اکل مع المغفور فھو مغفور شریک ہونا پڑا لیکن میں نے ارادہ کرلیا کہ بہت تھوڑا کھانا چاہیے کیوں کہ میں اس دن ایام بیض کے روزہ سے تھا اور سفر میں روزہ افطار کرنا اپنے اختیار میں ہے، میں نے دیکھا کہ شیخ ہر قسم کا کھانا نہایت شوق سے کھاتے ہیں۔ جب کم کھانے کا خیال میرے دل میں آیا تو فوراً ہی آپ نے فرمایا" اے درویش رکن الدین! جو شخص حرارت باطن سے طعام کو نور بنا کر حق تک پہنچا سکتا ہے اس کے لیے تقلیل غذا کی پابندی ضروری نہیں!" مولانا رومی فرماتے ہیں

چونکہ لقمہ می شود در تو گہر
بالیقیں چندا نکہ می دانی بخور

ترجمہ: جب کہ موتی تجھ میں بن جائے طعام جتنا بھی تو چاہے کھا مالا کلام اگرچہ شیخ العارف خود کم غذا لیتے تھے لیکن دسترخوان سے اس لیے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ کہ ان کو دیکھ کر کہیں مہمان ہاتھ نہ روک لیں اور کوئی بھوکا نہ رہ جائے (انوار غوثیہ ص ۱۷۲،۱۷۳)

خطئہ بدایوں میں ایک پاک سرزمین:

حضرت شیخ حسام الدین ملتانی سہروردی علیہ الرحمہ کا مزار بدایوں میں ہے اور یہ آپ کے مریدین کامل میں سے ہیں۔ ان کی حکایت حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب فوائد الفواد میں تحریر کی ہے۔ حضرت مولانا حسام الدین صاحب فرماتے ہیں جن دنوں میں ملتان شریف میں حضرت شیخ المشائخ صدرالدین عارف باللہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ زیارت روضئہ منورہ حضرت غوث العالم سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ایک ٹکڑا زمین کا اپنی قبر کے لیے مانگ لوں شاید خداوند کریم ان کی ہمسائگی سے مجھے بخش

دے۔ جب یہ ارادہ میرے دل میں ہوا تو آپ نے خود بخود فرمایا میاں حسام الدین ایک قبر کی جگہ آپ کو دینی ہمارے واسطے چنداں مشکل نہیں ہے اور نہ عذر ہے۔لیکن حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پاک زمین تمہارے واسطے خطہ بدایوں میں تجویز فرمائی آپ کا مدفن اسی جگہ ہوگا۔ شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک رات مولانا حسام الدین علیہ الرحمہ نے خواب دیکھا کہ ایک جگہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وضو فرما رہے ہیں۔صبح اٹھے تو ایک جگہ زمین تر دیکھی اور پانی کا نشان موجود پایا ارشاد فرمایا کہ میرا مدفن اسی جگہ پر ہوگا چنانچہ اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا(انوار غوثیہ ص ۱۷۳)

ہرنی دوڑتی چلی آئی: صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت شیخ صدر الملت والدین علیہ الرحمہ دریا کے کنارے وضو کر رہے تھے آپ کے سات سالہ بیٹے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح بھی آپ کے ساتھ تھے۔اچانک صحرا کی طرف سے ہرنوں کا ایک گلہ نمودار ہوا۔ان میں ایک ہرنی کا بہت خوبصورت بچہ تھا۔حضرت شیخ رکن الدین کی طبیعت اس بچہ کی طرف مائل ہو گئی۔اسے پکڑنا چاہا لیکن اپنے والد کی ڈانٹ کے ڈر سے ہمت نہ کی۔جب شیخ وضو سے فارغ ہو کر دریا کے کنارے بیٹھے حضرت رکن الدین کو بھی اپنے پاس بیٹھا لیا۔اور قرآن شریف سکھانے لگے۔حضرت کی ہر روز کی عادت تھی کہ اپنے صاحبزادے کو دریا کے کنارے لے جاتے اور قرآن شریف کا ایک سیپارہ چار مرتبہ حفظ کراتے۔اس روز آپ نے آٹھ بار پڑھایا حفظ نہ ہوا شیخ نے صورت حال پوچھی تو حاضرین نے عرض کی کہ آج ایک ہرنی کا بچہ دوسری ہرنیوں کے ساتھ اس راستہ سے گزرا ہے برخوردار دیر تک اس کی طرف متوجہ رہے ہیں۔ہوسکتا ہے آپ کی توجہ مبارک ابھی تک ادھر ہی ہو شیخ نے اب اپنے فرزند دلبند سے فرمایا" بابا بتاو کہ ہرن کس طرف کو گئے ہیں"؟ عرض کی" دریا سے مغرب کی جانب گئے ہیں" میں نے انہیں جاتے دیکھا ہے۔ان کے ساتھ ایک خوبصورت بچہ تھا" حضرت شیخ زمانی نے توجہ فرمائی۔اس کے بعد سر اٹھایا تو لوگوں نے دیکھا کہ ہرنی اپنے بچہ کے ساتھ صحرا کی طرف سے دوڑتی چلی آرہی ہے۔وہ شیخ کے سامنے آکر کھڑی ہوگئ۔حضرت شیخ رکن الدین نے بچہ کو گود میں اٹھالیا۔اب ان کے دل نے تسلی پائی۔اب انہوں نے اسی دن کلام اللہ کے دو سیپارے حفظ کیے۔بچہ اور ہرنی دونوں کو اپنے ساتھ خانقاہ لے گئے۔(خزینۃ الاصفیا مخزن چہارم ص ۵۳،۵۴)

آپ کی دعا سے قطب بہرام کو بیٹا عطا ہوا:

حضرت شیخ سماء الحق والدین علیہ الرحمہ جو حضرت شیخ جمالی علیہ الرحمہ کے مرشد ہیں اور ایک کامل بزرگ ہو گزرے ہیں اور جن کا مقبرہ کہنہ دہلی میں ہے،روایت ہے کہ میرے والد مولانا قطب بہرام عرصہ دراز تک لاولد رہے حتی کہ عالم پیری (بڑھاپا) جلوہ گر ہوا۔قرآن مجید کے حافظ تھے اور ان کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو حضرت غوث العالم غوث بہاوالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ اور صدر الملت والدین حضرت مخدوم صدر الدین عارف علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر جاکر زیارت کرتے اور قرآن مجید ختم کرکے اس کا ثواب دونوں بزرگوں کی ارواح کو پہنچاتے۔دل میں تمنا تھی

کہ خداوند کریم کوئی فرزند عطا کرے۔ایک مرتبہ شب جمعہ کو بعد ختم قرآن انہیں غندگی سے آ گئی کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مخدومی شیخ صدرالدین عارف نے دو چھوہارے عطا فرمائے۔اور فرمایا کہ قطب الدین! یہ دو چھوہارے ہیں ایک آپ کھاؤ اور دوسرا اپنی منکوحہ کو کھلاؤ ان شآءاللہ تعالیٰ بارگاہ الٰہی سے فرزند عطا ہوگا اس خواب کو دیکھنے کے بعد جب میں مقبرہ سے باہر نکلا تو ایک بزرگ نورانی صورت نے دو چھوہارے مجھے عطا فرمائے میں خوش خوش اپنے گھر آیا اور ایک چھوہارا خود کھایا اور دوسرا اہل پردہ کو کھلایا خداوند کریم نے مجھے میوہ کھانے سے خاص میوہ یعنی بیٹا عطا فرمایا۔

"ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ" حضرت شیخ العارف کو اس قدر اپنے والد بزرگوار سے تعلق روحانی تھا کہ ان کی وصال کے بعد جب آپ کسی کو خرقہ عطا کرنا چاہتے تو پہلے استخارہ فرماتے اور جب حضرت غوث بہاوالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے روضۂ پاک سے اجازت ملتی کہ ہاں فلاں شخص کو خرقہ عطا کر کے اپنا مجاز بناؤ تو اس وقت آپ اجازت عطا کرتے ورنہ خاموش رہتے (انوار غوثیہ ص ۱۸۱،۱۸۲)

حضرت مولانا جامی نقشبندی کا خواب: حضرت مولانا جمالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اثنائے سیر وسیاحت میں جب میرا گزر ہیرات میں ہوا۔تو منجملہ دوسرے مشائخ کے یہاں میری ملاقات حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی سے بھی ہوئی تھی انہیں مل کر میں بہت خوش ہوا ایک دن میں ان کے حجرہ خاص میں بیٹھا تھا اور کتاب لمعات میرے اور ان کے درمیان رکھی ہوئی تھی۔مولانا جامی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔دیکھیے حضرت محی الدین عربی کا فیض! میں نے کہا ہر شخص کا مرتبہ جس ذریعے سے اسے عطا ہوا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں مخفی نہیں ہے۔میرے خیال میں یہ فیض کسی اور بزرگ کا ہے۔یہ بات اس وقت رفت وگذشت ہوگئی۔

دوسرے دن صبح کو جب مولانا جامی بیدار ہوئے تو انہوں نے مجھ کو آواز دیکر بلایا۔

اور کہا دوست ذرا رات کا خواب سن لو!!! کہنے لگے خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صدرالدین عارف باللہ فرزند دلبند حضرت شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا قدس اللہ اسرارھم اپنے درویشوں کی جماعت میں بیٹھے ہیں۔اور مولانا عراقی آپ کی نعلین اٹھائے ادب سے استادہ ہیں۔اور مجھے اشارہ کرتے ہیں کہ تم بھی اس مجلس میں آجاؤ چنانچہ میں آگے بڑھا اور حضرت شیخ صدرالدین عارف کی دست بوسی سے مشرف ہوا۔پھر مولانا جامی نے میرے طرف رخ کیا اور فرمایا۔

اے جمالی! اس وقت آپ نے کہا کیوں صاحب! شیخ صدرالدین عارف کا مقام ومرتبہ دیکھا۔۔۔! میں نے جواب دیا بے شک آپ سچ کہتے ہیں! (تذکرہ صدرالدین عارف ج۱ ص ۱۱۶،تا ۱۱۸)

مردہ زندہ ہو گیا: آفتاب سلسلۂ عالیہ سہروردیہ خلیفۂ شاہ رکن عالم حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ایک دفعہ شیخ العارف باللہ صدرالحق والدین اوراد ووظائف میں مصروف تھے کہ پڑوس سے رونے پیٹنے کی آواز آئی آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے عرض کی" ایک بڑھیا کا ایک لوتا بیٹا مرگیا ہے اور وہ زار زار رو رہی ہے" آواز میں اس

قدر درد تھا کہ حضرت آبدیدہ ہوگئے جوان کی لاش ایک چارپائی پر رکھی ہوئی تھی بڑھیا اور دوسرے متعلقین کے شور وشیون سے ایک قیامت برپا تھی حضرت اس نوجوان کے قریب پہنچے اور بے تحاشا فرمایا "یا حی یا قیوم! قم باذن اللہ" جوان اٹھ بیٹھا حیرت سے ادھر ادھر نظر دوڑا کر بولا یہ کیا اسرار ہے میں تو مر چکا تھا اور میں نے سکرات کی تلخی بھی چکھی ہے زندہ کیسے ہوگیا؟ جوان کی بڑھیا ماں نے یہ اعجاز دیکھا تو مبہوت ہوکر رہ گئی اسے یقین نہیں آتا تھا روتی بھی تھی اور ہنستی بھی تھی آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں تھے اور چہرہ شادمانی اور مسرت سے کھلا جارہا تھا بچے کے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیا پھر اسے شیخ کے قدموں میں لاڈالا اور خود بھی بار بار حضرت کی خاک پا کو سرمہ بناتی اور نعلین مبارک کو پیار دیتی تھی شیخ العارف نے جوان سے مخاطب ہوکر فرمایا ارے تو بے ہوش ہوگیا تھا چپ رہ کچھ مت کہ! حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شیخ العارف کا یہ اعجاز" سرقدر" اور اس کا تصرف ہے، ارشاد کرتے ہیں کہ وہ جوان بڑھا ہوا اور ابھی مرا ہے اور جب وہ یاروں میں ہوتا ان سے کہتا کہ میں مرگیا تھا اور میں نے سکرات کی تلخی بھی چکھی ہے شیخ کی ولایت سے زندہ ہوا (تذکرہ صدرالدین عارف ج۱ص ۶۷،۶۸)

ارجعی الی ربك: حضرت شیخ الاسلام شیخ العارف سیدنا صدرالدین عارف باللہ سہروردی علیہ الرحمہ کا وصال باکمال ۲۳ ذوالحجہ ۷۰۹ھ میں ہوا، اس وقت قطب الاعظم مخدوم زادہ حضرت شاہ رکن عالم کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ آپ نے نہایت صبر واستقلال سے اس واقعۂ عظیمہ کو برداشت کیا۔ اور بموجب وصیت آپ کے جسد انور کو ان کو پدر بزرگوار غوث العالمین غوث بہاو الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے پہلو میں دفن کیا۔ جنازہ کی نماز خود آپ نے پڑھائی اور ہزاروں آدمی جنازہ میں شریک ہوئے، معتقدین اور مریدین کا جم غفیر تھا جو اس آفتاب جہاں تاب کے پنہاں ہوجانے سے ماہی بے آب کی طرح بے قرار تھے مگر ان کی تسلی کے واسطے یہ مقولہ آب حیات کا کام دے رہا تھا "أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" مندرجہ ذیل تاریخ سے سن وفات نکلتا ہے جو جامع السلاسل سے لیا گیا ہے چنانچہ وہی الفاظ بجنسہ نقل کیے جاتے ہیں۔ نور اللہ مرقدہ

شیخ عارف خطاب اوست وعالم بود باعمل و دانش ورے کامل وفاتش اوشاں در سال ہفت صد دو دونہ ہجریکہ" باصدر دین عارف" درشمار است برابر است ۷۰۹ھ

تذکرہ ملتان سے بھی اس روایت کی توثیق ہوتی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ : وفاتش بست وسیوم ماہ ذی الحج سال ہفصد ونہ ہجری وقبرہ مع قبر ابیہ الی آخر بحضرت حافظ علیہ الرحمہ نے بھی آپ سن وصال ۷۰۹ لکھا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں!

شیخ صدر دین عارف پادشاہ
چوں ندائے ارجعی از حق شنید
رخت بست آں از فنا سوئے بقا
باپدر پیش خدا کردہ قعود
از برائے سال وصل آں ولی
گفت حافظ صدر دیں آں شہود

۷۰۹ھ (تذکرہ صدرالدین عارف علیہ الرحمہ ج۱ ص۲۸۴)

ضریح مقدس:

حضرت شیخ العارف کی زندگی کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ غوث الاغواث کے بیٹے تھے۔ غوث کی گود میں پلے پوسے، اور ان کی توجہ کے فیضان سے ایک ہی جست میں معرفت کی تمام منزلیں طے کر گئے عمر بھر کا بیشتر حصہ اسی نائب رسول علیہ الصلوۃ والتسلیم کے قدموں میں بسرا ہوا۔ جب وہ رفیق اعلیٰ کو لبیک کہ گئے تو کہ ان کا سجادہ اس شان سے سنبھالا کہ دوست دشمن سب عش عش کر اٹھے بقیہ زندگی جلیل القدر باپ اور عظیم الشان مرشد کے مزار نور بار کی مجاورت اور ان کے مشن کی تکمیل میں ختم کر کے ان کے پہلو میں جا لیٹے حضرت غوث العالمین کے چھ اور بھی صاحبزادے تھے اور وہ بڑے عالم فاضل تھے ہوسکتا ہے کہ ان کی قبریں بھی اسی قبہ کے نیچے ہوں ممکن ہے کہ باہر دفن ہوں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن یہ شیخ العارف کا ہی مقام ہے کہ زندگی بھر ایک لحظہ کے لیے بھی آپ قبلہ وکعبہ سے جدا نہ ہوئے۔ اور جب جان" جان آفریں" کے سپرد کی تو پھر والد ماجد کے ساتھ ایک ہی کٹہرے میں پہلو بہ پہلو اس شان سے سوئے کہ قیامت تک کوئی اٹھا نہ سکے اور نہ کوئی جدا کر سکے جن لوگوں کی چشم تصور کام کرتی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ حضرت غوث العالمین اور شیخ العارف ایک ہی سائبان کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت معمول کے مطابق اپنے فرزند ارجمند سے مصروف گفتگو ہیں۔ آنکھوں والوں کا یہ کہنا ہی کیا ہے وہ سچ مچ آپ کے دربار میں حاضری دیتے اور اپنا نصیبہ وصول کرتے ہیں اسی ملتان شریف میں کئ بخت بیدار ہر رات اور کئ شب جمعہ اور کئ اعراس کی تقریب پر باریابی کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا قبہ ابیض کئ میلوں کی دوری سے گردن نکالے اپنے ارادت مندوں کو خوش آمدید کہتا دکھائی دیتا ہے زائرین اسٹیشن ہی سے اس فلک رفعت مقبرہ کی زیارت کر لیتے ہیں۔ شوق دید کا یہ عالم ہوتا ہے کہ پل نہ گزرے اور حضور کی جناب میں پہنچ جائے، زمانہ ادلتا بدلتا رہے گا لیکن آپ کا قبہ ابیض اسی طرح ہر خاص وعام خراج عقیدت وصول کرتا رہے گا!

حضرت غوث العالمین کا 5 تا 7 صفر اور حضرت شیخ العارف کا 23 ذی الحجہ کو عرس ہوتا ہے پاکستان کے طول وعرض سے علما اور مشائخ مدعو کیے جاتے ہیں جو قال اللہ وقال الرسول سے متلاشیان حق کے دلوں کو گرماتے ہیں۔ اس مبارک تقریب میں اکناف عالم سے جو ارواح صادقہ یہاں جمع ہوتی ہیں ان میں ابدال بھی ہوتے ہیں اور اوتاد بھی اور وہ اپنی نشت و برخواست اور اوراد واذ کار کے طور طریقوں سے پہنچانے جاسکتا ہیں لیکن ارادت کی نظر شرط ہے حکیم الامت نے کیا خوب کہا ہے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ملتان تیرے جلووں سے جنت نظیر ہے
تیرا وجود عظمت برصغیر ہے

(تذکرہ صدر الدین عارف ج۱ ص ۲۰۳،۲۰۴)

خلفائے نامدار:

حضرت شیخ العارف صدر الدین عارف باللہ سہروردی ملتانی علیہ الرحمہ کے مریدین وخلفا کی تعداد کثیر ہے، چند مشہور ومعروف خلفائے کرام کے اسمائے گرامی یہاں لکھے جاتے ہیں۔ جو آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے ہیں، حضرت شاہ رکن الدین والعالم ملتانی سہروردی جو آپ کے فرزند و جانشین ہیں حضرت شیخ اسماعیل عمادالدین شہید سہروردی یہ بھی آپ کے فرزند دلبند ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت سید احمد کبیر سہروردی بخاری حضرت شیخ جمال الدین

خنداں رو سہروردی حضرت سلیمان دانا سہروردی حضرت شیخ احمد معشوق سہروردی حضرت شیخ صلاح الدین درویش سیاح سہروردی حضرت شیخ علاؤالدین سہروردی حضرت شیخ حسام الدین ملتانی سہروردی علیہم الرحمہ ان خلفائے کرام نے آپ کی بارگاہ عالیہ سے تعلیم وتربیت پا کر عالم کے اطراف واکناف میں رشد وہدایت کا کام بخوبی انجام دیا۔اور لوگوں کو ان کی منزل مقصود تک پہنچایا۔اور آپ کے فیوض وبرکات کو عام وتام کر کے آسودہ خاک ہوئے۔جن کے آستانے آج بھی بفضلہ تعالیٰ عقیدت ومحبت کے مرکز ہیں!

اقوال مبارکہ:

☆اللہ عزوجل جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس بندہ کو سعید لکھ دیتا ہے اور پھر اسے زبان کے ذکر کے ساتھ قلب کی موافقت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔اور پھر اسے زبان کے ذکر سے قلب کے ذکر کی جانب ترقی دیتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کی زبان ذکر سے خاموش ہو بھی جائے تو اس کے قلب سے ذکر جاری رہتا ہے!

☆بندے کی کوئی سانس ذکر سے باہر نہیں نکلنی چاہیے بزرگوں نے کہا ہے جو انسان ذکر کے بغیر سانس لیتا ہے وہ اپنا حال ضائع کرتا ہے!

☆طریقت ظاہری یہ ہے کہ بندہ خوف اور امید سوائے خدا کے کسی سے نہ رکھے!

☆انسان کے دل میں نہ تو جنت کی آرزو ہو اور نہ ہی دوزخ کا خوف صرف اللہ ہی اللہ ہو!

☆تمام عالم اسی کا پیدا کردہ ہے اس میں چوں وچراں کی گنجائش نہیں نہ وہ خود کسی شے سے مشابہ ہے!

☆اتباع حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ عزوجل کے حکم کو جانو اور اس کی کہنہ اور کیفیت کو معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو!

☆ایمان کے استقامت کی علامت یہ ہے کہ بندے کو از روئے ذوق وحال کے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محبوب ہوں نہ کہ علم!

☆وسوسہ اور حدیث نفس ذکر کے نور سے جل جاتے ہیں!

☆ذکر زبان سے قلب کی موفقت پیدا کر!

☆زبان بے شک ذکر سے خاموش جائے دل خاموش نہیں ہونا چاہیے!

☆تفرید باطن یہ ہے کہ قلب شیطانی وساوس اور نفسانی خواہشات سے پاک ہو جائے اور اس میں نور کے ذکر کا جوہر نمایاں ہو جائے!

☆اعضاو جوارح کو شرعی ممنوعات سے قولاً وفعلاً باز رکھنا چاہیے!

☆مجلس سے پرہیز لازم ہے اور یہاں مجلس سے مراد ایسی مجلس ہے جو حق تعالیٰ سے برگشتہ کر کے دنیا کی طرف مائل کرتی ہے!

☆بطالوں سے بھی احتراز ضروری ہے۔بطال وہ لوگ ہیں جو طالب حق نہیں!

☆زندگی کی مشکلات ومصائب سے بخیر وخوبی نکلنا چاہتے ہو تو گناہ اپنے دامن سے جھٹک دو!

☆نفس کو رام کرنے کے لیے شریعت اور نیکی کا تازیانہ استعمال کرو!

☆اعتقاد بالیقین سے تمام منازل فقر ابا آسانی طے ہو جاتی ہیں!

☆رزق وہی ملتا ہے جو مقدر ہو چکا ہے اس سے زائد کی طلب حماقت ہے اور اس کو چھیننے کی قوت ماسوا اللہ عزوجل کوئی بھی نہیں رکھتا!(اقوال اولیا ص ۲۷۷, ۲۷۸)

لطائفِ اشرفی

میں درج ایک روایت کا علمی جائزہ :

ازقلم : علامہ طفیل احمد مصباحی
صاحب قبلہ سابق سب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

جامعِ علومِ شریعت وطریقت غوث العالم تارک السلطنت حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ (افاض اللہ علینا فیوض علمہ ومعرفتہ) فرماتے ہیں :

دل تو خلوت گاہِ حق ہے کہ فرمایا گیا ہے : لا یسعنی ارضی و سمائی و انما یسعنی قلب عبد المومن ۔ (زمین و آسمان مجھ میں نہ سما سکے لیکن بندۂ مومن کا دل مجھ میں سما گیا)

ارض وسما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی قلب ہے کہ جہاں تو سما سکے

(لطائف اشرفی، جلد اول، ص 405 : نواں لطیفہ، مطبوعہ : پاکستان)

تخریج:

لطائفِ اشرفی میں درج یہ روایت (لا یسعنی أرضی و سمائی و انما یسعنی قلب عبدی المؤمن) الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ صوفیائے کرام کے یہاں کافی مشہور و متداول ہے ۔حجۃ الاسلام امام غزالی نے اسے ”احیاء العلوم“ میں شیخ ابو طالب مکی نے ”قوت القلوب“ میں اور امام قشیری نے ”رسالہ قشیریہ“ میں نقل کیا ہے ۔اس کے برعکس کتبِ محدثین بالعموم اس روایت کے ذکر سے خالی ہیں اور بعض محدثین نے اس روایت پر کلام بھی کیا ہے ۔لیکن بعض محدثین نے اس روایت کی تاویل کرتے ہوئے دوسری روایت کے تناظر میں معناً درست قرار دیا ہے ۔حضرت امام غزالی فرماتے ہیں :

و قول رسول الله ﷺ : لولا أن الشياطين يحومون على قلوب بني آدم لنظروا إلى ملكوت السماء ، إشارة إلى بعض هذه الأسباب التي هي الحجاب بين القلب و بين الملكوت . و إليه الإشارة بما روى عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قيل لرسول الله، يا رسول الله ﷺ ! أين الله في الأرض أو في السماء ؟ قال : في قلوب عباده المؤمنين . وفي الخبر : قال الله تعالى : لم يسعني أرضي و لا سمائي و وسعني قلب عبدي المؤمن اللين الوادع .

ترجمہ : اللہ کے رسول ﷺ کا قول ہے کہ اگر شیطان ابن آدم کے قلوب پر حاوی نہ ہوتا تو وہ عالم ملکوت (فرشتوں کی دنیا / عالم بالا) کا مشاہدہ کرتے ۔اس فرمان میں ان اسباب کی طرف اشارہ ہے جو قلب اور ملکوت کے درمیان حجاب بن کر حائل ہیں ۔حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے ۔حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ کہاں

ہے زمین میں یا آسمان میں تو آپ ﷺ نے فرمایا : اللہ مومن بندوں کے دلوں میں ہے اور حدیث (قدسی) میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا : زمین و آسمان مجھ میں نہیں سما سکے لیکن میرے مومن بندے کا دل جو نرم اور مطمئن ہے مجھ میں سما گیا۔

(احیاء علوم الدین مع اتحاف السادۃ المتقین، جلد ہشتم، ص 429 ، مطبوعہ : دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شارحِ احیاء العلوم علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی احیاء العلوم کی اس روایت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

(و فی الخبر قال اللہ تعالیٰ : لم یسعنی أرضی و لا سمائی و وسعنی قلب عبدی المؤمن) و فی لفظ زیادۃ (اللین الوادع) أی الساکن المطمئن ھکذا ھو فی القوت و الرسالۃ للقشیر و المشھور : و ما وسعنی أرضی و لا سمائی ولکن وسعنی قلب عبدی المؤمن . و قال العراقی : لم أجد له أصلاً و فی حدیث أبی عنبۃ قبله عند الطبرانی بعد قوله : و آنیۃ ربکم قلوب عبادہ الصالحین وأحبها إلیه ألینها و أرقها اھ.

ترجمہ : حدیث [لم یسعنی ارضی و لا سمائی و وسعنی قلب عبدی المؤمن] ایک روایت میں " اللین الوادع" کے اضافے کے ساتھ ہے یعنی بندہ مومن کا دل جو ساکن اور مطمئن ہو۔ قوت القلوب اور رسالہ قشیریہ میں ایسا ہی ہے۔ لیکن مشہور روایت (احیاء العلوم میں درج "لم یسعنی" کے بجائے) اس طرح ہے : و ما وَسِعَنی ارضی و لا سمائی ولٰکن وسعنی قلب عبدی المؤمن. شیخ عراقی نے کہا کہ مجھے اس روایت کی اصل نہیں ملی اور ابی عنبہ سے مروی حدیث - جسے امام طبرانی نے نقل کیا ہے۔ میں ہے : تمہارے رب کے برتن اس کے نیک بندوں کے قلوب ہیں اور اس کے نزدیک پسندیدہ قلوب وہ ہیں جو سب سے زیادہ نرم اور رقیق ہیں۔

(اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین، 8 / 429، کتاب عجائب القلوب، مطبوعہ : دارالکتب العلمیہ، بیروت)

تشریح :

قلب انسانی بدن کا بڑا اہم اور نمایاں ترین حصہ ہے کہ دل درست تو سارے اعضا درست اور اگر دل میں کھوٹ اور فساد ہو تو سمجھو سارے اعضا فساد اور بگاڑ میں مبتلا ہو گئے۔ اس لیے حدیث میں فرمایا گیا : الا و إن فی الجسد مضغۃ إذا صلحت صلح الجسد کله و إذا فسدت فسد الجسد کله، الا و ھی القلب. سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوگا سارا بدن درست ہوگا اور جب وہ بگڑا تو سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔ (بخاری شریف، کتاب الایمان، ص 26 ، رقم الحدیث 52 ، بیروت)

جسمِ انسانی کا حسّاس اور نمایاں ترین حصہ ہونے کی وجہ سے ہی کہا گیا : ما وسعنی أرضی و لا سمائی ولکن وسعنی قلب عبدی المؤمن. یعنی بندہ مومن کا دل مجھ میں سما گیا یا مومن کا دل اللہ رب العزت کی جلوہ گاہ بن گیا۔ اس حدیث کا بس اتنا ہی

مفہوم ہے۔ اسی سبب سے دل کو" اللہ کا برتن" کہا گیا ہے۔ لیکن ہر دل کو یہ شرف و اعزاز حاصل نہیں، بلکہ اللہ کے نیک بندوں کے قلوب ہی اس اعزاز کے مستحق ہیں۔ اس لیے فرمایا گیا: آنیۃ اللہ فی الارض قلوب عبادہ الصالحین. زمین میں اللہ کا برتن اس کے نیک بندوں کے قلوب (دل) ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل" کتاب الزھد" میں خالد بن معدان کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں کہ روئے زمین پر اللہ کے کچھ برتن ہیں (یعنی اہلِ ایمان کے قلوب) تو اللہ کو ان برتنوں میں سب سے پسندیدہ وہ ہے جو نرم اور صاف ہو اور زمین میں اللہ کے برتن ان کے نیک بندوں کے قلوب (دل) ہیں۔

عن خالد بن معدان قال: إن لله تبارك و تعالى في الأرض آنية و أحب آنية الله إليه ما رق منها و صفا و آنية الله في الأرض قلوب عباده الصالحين.

(کتاب الزھد لامام احمد بن حنبل، ص 380، مطبوعہ: دار الغد الجدید، مصر)

حضرت ملا علی قاری کی توضیح و تاویل:

حضرت ملا علی قاری" الاسرار المرفوعۃ" میں لکھتے ہیں کہ حدیث" ما وسعنی أرضی ولا سمائی........" کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے، جس کے متعلق امام عراقی کی رائے ہے کہ مجھے اس کی اصل نہیں ملی۔ ابن تیمیہ نے اس کو" اسرائیلیات" میں شمار کرایا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کی کوئی معتبر سند حضور نبی کریم ﷺ سے معروف و منقول نہیں ہے۔ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ بندہ مومن کے دل میں میرا ایمان اور میری محبت سما گئی۔ اگر حدیث کی یہ تاویل نہ کی جائے تو اس سے حلول کا نظریہ ثابت ہوگا جو کہ کفر ہے۔ امام زرکشی نے کہا ہے کہ یہ روایت ملاحدہ (بے دینوں) کی گڑھی ہوئی ہے۔ امام سیوطی کہتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے" کتاب الزھد" میں حضرت وہب بن منبہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ عز و جل نے حضرت حزقیل علیہ السلام کے آسمان کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ انہوں نے عرشِ الٰہی کا مشاہدہ کیا اور بارگاہ خداوندی میں عرض گذار ہوئے: مولیٰ تو پاک ہے، تیری شان اور عظمت بہت بلند ہے۔ اس پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: زمین و آسمان مجھ میں سمانے سے عاجز رہے اور بندہ مومن کا نرم و نازک دل مجھ میں سما گئے۔ اس روایت میں اشارہ ہے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی طرف: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ۔ بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اُٹھالی۔ ملا علی قاری کے الفاظ یہ ہیں:

حدیث: ما وَسِعَني أَرْضِي و لا سمائي ولكن وسعني قلب عبدي المؤمن. ذكره في "الإحياء" و قال العراقي: لم أر له أصلا. و قال ابن تيمية: هو مذكور في الإسرائيليات و ليس له إسناد معروف عن النبي عليه الصلاة و السلام. و في

الذیل و هو کما قال و معناه :وسع قلبه الإیمان بی و بمحبتی و إلا فالقول بالحلول کفر . وقال الزرکشی :وضعه الملاحدة . و قال السیوطی : أخرجه أحمد فی "الزهد" عن وهب بن منبه أنّ الله فتح السموات لحزقیل حتی نظر إلی العرش فقال حزقیل :سبحانَكَ ما أَعْظَمَ شَانَكَ یا رَبِّ ! فقال الله عز و جل :إِنَّ السموات و الأرضَ ضَعُفْنَ عَنْ أَنْ يَسَعْنَنِي وَ وَسِعَنی قلب العبد المؤمن الوادع اللین انتهی . و فیه إیماء إلی معنی قوله تعالی :إِنَّا عَرَضْنَا الأمانة علی السموات و الأرض و الجبال فأبین أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَ أَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الإنسان.(الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة، ص : 301، 302، رقم الحدیث : 424، مطبوعه : المکتب الاسلامی، بیروت)

خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی نے اس روایت کو بے اصل بتایا ہے، لیکن اس کی تاویل و توجیہ وہی پیش کی ہے جو اوپر ملا علی قاری کی زبانی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس کا ترجمہ پیش کیے بغیر صرف عبارت نقل کی جاتی ہے :

حدیث :ما وَسِعَنی سَمائی و لا أرضی ولکن وَسِعَنی قلب عبدی المؤمن . لا أصل له . قلت :أخرج الإمام أحمد فی "الزهد" عن وهب بن منبه :إن الله فتح السماوات لحزقیل حتی نَظَرَ إلی العرش فقال حزقیل :سُبْحَانَكَ ما أعظمك یارب . فقال الله :إن السماوات و الأرضَ ضَعُفْنَ عن أن یسعننی و وسعنی قلب عبدی المؤمن الوادع اللین.
(الدرر المنتثرة فی الأحادیث المشتهرة، ص : 175، رقم الحدیث : 363، مطبوعه :عمادة شئون المکتبات جامع الملك سعود، الریاض)

امام سخاوی (جو امام سیوطی کے ہم عصر ہیں) نے اس حدیث کے متعلق جو گفتگو کی ہے، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث محلِّ نظر ہے۔ انہوں نے ابن تیمیہ اور امام زرکشی وغیرہ کا حوالہ بھی دیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت بے اصل اور موضوع و باطل ہے۔ لیکن آخر میں انہوں نے امام طبرانی کی جو روایت پیش کی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث معناً درست ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

قلت : و قد روی الطبرانی من حدیث أبی عنبة الخولانی رفعه :إن الله آنیة من أهل الأرض، و آنیة ربکم قلوب عباده الصالحین و أحبها إلیه ألینها و أرقها، و فی سنده بقیة بن الولید، و هو مدلس، ولکنه صرح بالتحدیث.
(المقاصد الحسنۃ، رقم الحدیث 990، ص 590، مطبوعہ : دار الکتاب العربی، بیروت)

قلب المؤمن عرش اللہ اور القلب بیت الرب کی حقیقت :

حدیث "ماوسعنی أرضی ولا سمائی ولکن وسعنی قلب عبدی المؤمن" کی طرح "قلب المؤمن عرش اللہ" / "القلب بیت الرب" اور "قلب الانسان بیت الرحمٰن" بھی کافی مشہور ہیں۔ صوفیائے کرام نے اس

قسم کی روایات کو بالعموم اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے اور قصّاص و واعظین ان کو محفلوں میں بیان کرتے ہیں۔ جب کہ روایت و درایت پر نظر رکھنے والے محدثین نے اس قسم کی روایات کو" حدیث" کی حیثیت سے رد کر دیا ہے اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ نفس الامر میں جو حدیث نہیں یا جو روایت موضوع اور من گڑھت ہے اس کا موضوع یا بے اصل ہونا بلا جھجک ظاہر کیا جائے تا کہ موضوع احادیث فروغ نہ پا سکیں اور فرمان مصطفیٰ ﷺ : من کذب علی متعمدا فلیتبو أ مقعدہ من النار ۔ کی وعید سے بچا جا سکے ۔ اللہ رب العزت ہمیں خلوص کے ساتھ قرآن و حدیث کی خدمت انجام دینے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

حدیث" ما وسعنی أرضی و لا سمائی و لکن وسعنی قلب عبدی المؤمن " کے متعلق محدثین کے اقوال و آرا تفصیل سے گذر چکے ہیں اور جہاں تک" قلب المؤمن عرش اللہ" اور" القلب بیت الرب " نیز" قلب الانسان بیت الرحمٰن " والی روایت کا تعلق ہے تو یہ ساری روایتیں موضوع، بے اصل اور من گھڑت ہیں۔ امام صغانی نے" قلب المؤمن عرش اللہ " کو کتاب الموضوعات (۱/ ۵۰) میں موضوع قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام عجلونی نے کشف الخفاء (۲/ ۱۰۰) میں اس کو موضوع اور من گھڑت بتایا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتثرۃ (ص ۱۵۷ : حدیث نمبر ۳۱۷ :) میں" القلب بیت الرب" والی روایت کو" لا اصل لہ" کہہ کر رد کر دیا ہے۔ نیز حضرت ملا علی قاری نے" الاسرار المرفوعۃ " میں لکھا ہے کہ حدیث" القلب بیت الرب" امام سخاوی و امام زرکشی کے نزدیک بے اصل اور ابن تیمیہ کے نزدیک موضوع ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

حدیث :القَلْبُ بَيْتُ الرَّبِّ . قال السخاوی : لیس له أصل فی المرفوع . و قال الزرکشی :لا أصل له. وقال ابن تیمیة :هو موضوع.

(الاسرار المرفوعة، ص 258 :، رقم الحدیث : 331، مطبوعه :المکتب الاسلامی، بیروت)

محرم الحرام

میں ہونے والے رسومات کا جائزہ

تحریر : محمد سفیان حنفی مصباحی
سکونت :اکبر پور، امبیڈکر نگر، یوپی

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، جس کی حرمت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ.

ترجمہ : بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان وزمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ (التوبہ، آیت : 36)

مذکورہ آیت میں حرمت والے چار مہینوں کا ذکر ہے، ان میں سے تین متصل ہیں اور ایک جدا ہے؛ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب۔ اللہ کے رسول ﷺ ماہ محرم الحرام میں روزہ رکھتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ سئل [أی النبی ﷺ] : أيّ الصلاة أفضل بعد المكتوبة وأيّ الصيام أفضل بعد شهر رمضان؟ فقال : أفضل الصلاة بعد الصلاة المكتوبة الصلاة فی جوف الليل، وَأفُضل الصيام بعد شهر رمضان صيام شهر الله المُحَرَّم. ترجمہ : اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کون سی نماز افضل ہے اور رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا : فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے اور ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ تعالی کے مہینے محرم الحرام کے روزے ہیں۔ (صحیح مسلم، حدیث : 1163)

عن ابن عباس رضی الله عنه، قال :قدم النبی صلى الله عليه وسلم المدينة فرای اليهود تصوم يوم عاشوراء، فقال :ما هذا؟ قالوا :هذا يوم صالح، هذا يوم نجى الله بنی إسرائيل من عدوهم، فصامه موسى، قال :فانا احق بموسى منكم، فصامه وامر بصيامه"

ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورا کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انھوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے حضرت موسی علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر موسی

علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔(صحیح بخاری، حدیث : 2004)

اس ماہ کو بالخصوص امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا کی شہادت کی نسبت سے ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ واقعہ تاریخ اسلام کا نہایت دلخراش اور سبق آموز باب ہے، جسے یاد رکھنا اور اس سے عبرت حاصل کرنا ہر مسلمان کی دینی ذمہ داری ہے۔ مگر افسوس کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس واقعے کو یاد کرنے کے نام پر ایسے رسومات رائج ہو چکے ہیں جو دین اسلام کی تعلیمات سے صریحاً متصادم ہیں۔

محرم الحرام میں ہونے والے رسومات

لال، سیاہ اور سبز کپڑے پہننا:

ماہ مذکورہ میں تین رنگ کے کپڑے پہننا جائز نہیں؛ کیوں کہ اہل بدعت پہنتے ہیں۔ من تشبہ بقوم فھو منھم۔

حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیاں لیام ہے۔(فتاوی رضویہ، ج 23 :، ص : 757)

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: عشرہ محرم میں تین رنگ کے لباس اہل بدعت پہنتے ہیں، ان تینوں سے اجتناب چاہیے، اول سرخ یا گلابی کہ یہ خوارج دشمنانِ اہل بیت اظہار مسرت کے لیے پہنتے ہیں، دوم سیاہ کہ اس کو روافض پہنتے ہیں، سوم سبز یا دھانی کہ یہ تعزیہ داروں کا شیوہ ہے، اگر کپڑا مختلف رنگ کا ہو تو وہ ان تینوں سے خارج ہے۔(فتاوی امجدیہ، ج 4 :، ص : 167)

مرثیہ، ماتم اور ڈھول بجانا:

حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیے دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام و گناہ و ناجائز و منع ہیں۔(فتاوی رضویہ، ج 24 :، ص : 499)

سینہ کوبی اور زنجیر مارنا:

اکثر جگہوں پہ اس حرمت والے مہینے میں لوگ سینہ پیٹتے ہیں، زنجیر اور چھری سے مارتے ہیں، یہ ناجائز و حرام ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں : لیس منّا مَن لَطَمَ الخُدود، وَشَقّ الجُیوبَ، وَدَعَا بِدَعوَی الجَاہلِیّۃ۔

ترجمہ : جس نے رخسار پیٹے اور گریبان چاک کیا اور اہل جاہلیت کی طرح پکارا، وہ ہم میں سے نہیں۔(صحیح بخاری، حدیث : 1294)

حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ماتم کرنا، چھاتی پیٹنا بھی حرام ہے، حسن حسن بتشدید کہنا تو جہالت ہی تھا مگر ماتم سخت منع ہے۔(فتاوی رضویہ، ج 24 :، ص :497)

نوحہ اور مرثیہ خوانی:

نوحہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اور اس کے حرمت میں کئی احادیث موجود ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اثنتان فی الناس ھما بھم کفر فی النسب والنیاحۃ. ترجمہ : لوگوں میں دو کفر (کی علامت) ہیں؛ کسی کے نسب پر طعنہ اور میت پر نوحہ۔(

صحیح مسلم، حدیث : 131) حضور اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: تحریم نوحہ (نوحہ کے حرام ہونے) میں احادیث متواترہ موجود ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج24 :ص 487 :)

مرثیہ کے متعلق فرماتے ہیں: یہ رائج مرثیہ معیصت ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج23 :ص 100 :) علم، تعزیہ اور مصنوعی کربلا: حضور اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سئیہ ہے، اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت۔ (فتاوی رضویہ، ج24 :ص490 :)

دوسری جگہ مزید فرماتے ہیں: علم، تعزیہ، بیرق، منہدی، جس طرح رائج ہیں، بدعت ہیں اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی، تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج24 :ص 500 :) آج کل اکثر گاؤں میں مصنوعی کربلا دیکھنے کو ملتا ہے جہاں لوگ مروجہ تعزیہ لے جا کر گڈھے میں بھینک دیتے ہیں، یہ تضیع مال اور ناجائز وگناہ ہے۔ حضور اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ ساختہ کربلا مجمع بدعات ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج23 :ص 100 :)

چوک اور تعزیہ پہ فاتحہ:

اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: فاتحہ دینا جائز ہے۔ روٹی، شیرنی، شربت چاہے جس چیز پر ہو، مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے ہونا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کی سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے۔ ہاں تعزیہ سے جدا جو خالص سچی نیت سے حضرات شہدائے کرام رضی اللہ عنہم کی نیاز ہو وہ ضرور تبرک ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج24 :ص 499 :)

علامہ عبدالمنان اعظمی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: چوک اور تعزیہ داری سب ناجائز ہے، اس لیے وہاں فاتحہ دینا ناجائز ہے۔ شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فاتحہ گھر میں پاک وصاف جگہ دینا چاہیے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے چوک کو باطنی گندگی کی جگہ بتایا ہے اور وہاں فاتحہ دینے سے منع کیا۔ (فتاوی بحرالعلوم، ج5 :ص 446 :)

پانی اور شربت کی سبیل: پانی یا شربت پلانا اچھا عمل ہے مگر کچھ لوگ چھتوں پہ بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں؛ کچھ زمین پہ گرتی ہیں تو کچھ پیر کے نیچے دب جاتی ہیں، یہ رزق الہی کی توہین ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ حضور اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: پانی یا شربت کی سبیل لگانا جب کہ بہ نیت محمود اور خالصا لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواح طیبہ ائمہ اطہار مقصود کو تو بلاشبہ بہتر و مستحب وکار ثواب ہے۔ اسی طرح کھانا کھلانا، لنگر بانٹنا بھی مندوب وباعث اجر ہے۔ مگر لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں، کچھ ہاتھوں میں جاتی ہیں، کچھ زمین پر گرتی ہیں، کچھ پاؤں کے نیچے ہیں، یہ منع ہے کہ اس میں رزق الہی کی بے تعظیمی ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج24 :ص: 521)

حضرت قاسم کی شادی اور منہدی: حضور اعلی حضرت ارشاد فرماتے ہیں : نہ یہ شادی ثابت نہ یہ منہدی۔ (فتاوی رضویہ، ج: 24،ص 501 :)

دوسری جگہ حضور اعلی حضرت سے سوال ہوا کہ حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما کا نکاح جناب کبری بنت حسین سے بروزِ عاشورا بمقام کربلا میں ہوا تھا یا نہیں اور روایات صحیح سے ثابت

ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا :اس کا کوئی ثبوت نہیں۔(فتاوی رضویہ، ج24 :،ص 509 :)

امام حسین کے نام پہ فقیر بنانا:

امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پہ بچوں کو فقیر بنانا اور منت ماننا کہ اگر ہمارا بچہ زندہ رہا تو اس کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پہ فقیر بنائیں گے، یہ ممنوع ہے۔حضور اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: فقیر بنا کر بلا ضرورت و مجبوری بھیک مانگنا حرام اور ایسوں کو دینا بھی حرام، اس لیے کہ یہ گناہ کے کام پر دوسرے کی امداد کرنا ہے اور وہ منت ماننی کی دس برس تک ایسا کریں گے، سب مہمل و ممنوع ہے۔(فتاوی رضویہ، ج24 :،ص 495 :)

محرم میں شادی بیاہ نہ کرنا:

بعض لوگ ماہ محرم الحرام میں شادی بیاہ کرنے کو معیوب سمجھتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ اس مہینے میں شادی کرنے سے پریشانی آتی ہے، یہ محض باطل نظریہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ بلاشبہ اس مہینے میں نکاح کرنا جائز ہے۔حضور اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ" ماہ محرم الحرام و صفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں؟ "تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا : نکاح کسی مہینے میں منع نہیں۔(فتاوی رضویہ، ج11 :،صفحہ 266 :)ایک اور مقام پہ سوال ہوا کہ" ماہ محرم اور خصوصاً ۹ تاریخ ماہ مذکورہ کی شب میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ "تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا : جائز ہے۔(فتاوی رضویہ، ج23 :،صفحہ 194 :)

حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ : نورِ معرفت، آئینۂ زہد وطریقت

از: مولانا محمد شمیم احمد نوری مصباحی
ناظم تعلیمات: دارالعلوم انوار مصطفیٰ سہلاؤ شریف،
باڑمیر (راجستھان)

جب زمین ظلمت کے پردوں میں لپٹ جائے، جب قلوب پر غفلت کی گرد جم جائے، جب روحیں مادیت کی زنجیروں میں جکڑنے لگیں، اور جب انسانیت اپنی روحانی سمت کھو بیٹھے، تب قدرت ایسے رجالِ حق کو جلوہ گر کرتی ہے جو نہ صرف بندگانِ خدا کو حق کی پہچان دیتے ہیں، بلکہ اپنے وجود سے دین و روحانیت کا سورج طلوع کرتے ہیں۔ ایسے ہی مردِ کامل، صاحبِ سلوک و معرفت، شیخ المشائخ حضور شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی علیہ الرحمہ کی ذاتِ والا صفات ہے، جن کی زندگی شبِ ظلمت میں چراغِ ہدایت، اور بحرِ ضلالت میں کشتیِ نجات کی حیثیت رکھتی ہے۔

روحانی مقام:

آپ نہ صرف ایک بزرگ ولی، شیخ طریقت، اور کامل مربی تھے بلکہ ایک باعمل عالم، عارفِ باﷲ، عاشق رسول، اور صاحبِ کشف و کرامت شخصیت بھی تھے۔ آپ کی ذات میں زہد وتقویٰ، فقر و قناعت، علم وعمل، حلم وشرافت، اور عرفان و بصیرت یکجا ہو چکے تھے۔ آپ کی روحانی نگاہ سے لاکھوں دلوں کو اطمینان، سینوں کو سکون، اور بھٹکتی روحوں کو عرفان ملا۔

براؤں شریف کا روحانی آفتاب:

سدھارتھ نگر (یو پی) کی مٹی، جو سادگی، اخلاص اور فطری خوبیوں کی امین ہے، وہ آپ کی قیام گاہ بن کر فیض یافتہ ہوگئی۔ آپ نے اس سرزمین پر" دارالعلوم فیض الرسول، براوں شریف" کی بنیاد رکھ کر علم وعرفان کا ایک ایسا مرکز قائم کیا، جس نے نہ صرف مقامی بلکہ بین الاقوامی سطح پر اہلِ سنت کا تشخص روشن کیا۔ ایسے خطے میں جہاں تعلیمی و روحانی سہولتوں کا فقدان تھا، وہاں یہ ادارہ آپ کی خلوص و قربانی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

عشقِ رسول ﷺ محورِ حیات:

آپ کی حیاتِ طیبہ کا مرکزی ستون عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ گفتگو، تعلیم، نصیحت، اور ارشاد- ہر پہلو سے محبتِ مصطفیٰ کی خوشبو آتی۔ آپ نے جن علاقوں میں توحید و رسالت کے تصور کو دھندلا ہوتا پایا، وہاں سنیت کے چراغ روشن کیے، اور لوگوں کو تعلیمِ دین، محبتِ اولیاء، اور اطاعتِ نبوی کا درس دیا۔

تکبیرِ اولیٰ کا مجاہد:

حضور شعیب الأولیاء علیہ الرحمہ کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایسا تابندہ پہلو جو آپ کو روحانیت کی بلند چوٹیوں تک لے گیا، وہ تھا ”نماز باجماعت مع تکبیرِ اولیٰ“ کی غیر متزلزل پابندی۔ چالیس سال سے زائد عرصہ تک مسلسل اس اہتمام کو برقرار رکھنا آپ کی عبادت گزاری، جذبۂ اتباعِ سنت، اور قلبی اخلاص کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت قطب الاقطاب شاہ عبداللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ کی نصیحت... ”نماز تو نماز، جماعت تو جماعت، تکبیرِ اولیٰ نہ چھوٹے“ ... نے گویا آپ کی زندگی کا نقشِ دائمی بن کر روحانی فتوحات کی بنیاد رکھ دی۔

زہد، انکساری، اور خُلقِ نبوی:

عظمت و رفعت کے باوصف آپ کی شخصیت بے مثال انکساری، شفقت، اور فقر کی آئینہ دار تھی۔ ہر آنے والے کا خیر مقدم، مسکراہٹ، اور ہمدردی آپ کی روزمرہ زندگی کا ایک حسین باب تھا۔ آپ کا دل بندگانِ خدا کے لیے محبت کا گہوارہ، اور آپ کا درسب کے لیے رحمت کا مرکز تھا۔ حقیقی معنوں میں آپ خُلق نبوی کے ترجمان تھے۔

تربیت و تعلیم کا روحانی انداز:

آپ کی تربیت نہ صرف علمی تھی بلکہ روحانی بھی۔ علم، طریقت، سلوک، اور احسان کو آپ نے یکجا کر کے ایک جامع نظامِ تربیت فراہم کیا، جس نے نسلوں کو فکری، روحانی اور اخلاقی استقامت عطا کی۔ ”دارالعلوم فیض الرسول“ اس ہمہ جہت تربیت کا آئینہ دار ادارہ ہے، جہاں سے فارغ ہونے والے علما، حفاظ، مبلغین، اور مربیان آج پورے ہندوستان اور بیرونِ ملک دینِ متین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

حیاتِ طیبہ کا پیغام:

حضور شعیب الأولیاء علیہ الرحمہ کی زندگی ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔جس میں اخلاص، عبادت، خدمتِ خلق، تعلیم و تربیت، حلم و حیا، صبر و رضا، اور سب سے بڑھ کر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہے۔ آپ کی سیرت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ولایت نہ صرف کرامت سے ہے، بلکہ استقامت سے ہے؛ اور دین کی خدمت نہ صرف علم سے ہے، بلکہ عمل سے ہے۔ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی روحانی تجلیات، افکار و تعلیمات، ادارہ جاتی خدمات، اور اخلاقی وراثت کا فیضان جاری و ساری ہے۔ آپ کے تربیت یافتہ خلفا اور عقیدت مند آج بھی آپ کی جلائی ہوئی مشعل ہدایت کو تھامے، دنیا کے گوشہ گوشہ میں دین کا پیغام عام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضورشعیب الاولیاء کے عکس جمیل

مظہر شعیب الاولیاء

حضور خلیفہ صاحب قبلہ (علیہما الرحمۃ)

از: اسلام الدین احمد انجم فیضی ۔ بانی و ناظم اعلیٰ جامعہ خدیجۃ الکبریٰ مسلم نسواں کالج پیرا ادائی گوراچوکی گونڈہ ۔ یو پی 9792016141

شیخ المشائخ ۔ حضورشعیب الاولیاء. عاشق محبوب کبریا نور نظر سیدنا علی المرتضیٰ الحاج الشاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان بانیٔ مرکزی دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براون شریف ضلع سدھارتھ نگر یو پی نے اپنے پیچھے ایک ہرا بھرا خاندان اور دین پسند دیندار مریدوں کے علاوہ دو عظیم الشان یادگاریں عالم اسلام کے لئے چھوڑیں : ایک دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول ۔ اور دوسرے محبوب المشائخ ۔ قطب الاولیاء ۔ شمس العرفاء ۔ عمدۃ الاصفیاء ۔ رئیس الاتقیاء مظہر شعیب الاولیاء ۔ صاحب کشف وکرامت ۔ شیخ طریقت حضرت مولانا الحاج الشاہ صوفی محمد صدیق احمد صاحب المعروف حضور خلیفہ صاحب قبلہ ۔۔۔۔۔۔

جو آپ کے فرزند ارجمند ۔ جلیل القدر ۔ رفیع الشان اور عظیم المرتبت خلیفہ اعظم و جانشین ہیں

آپ کا اسم گرامی ؛ محمد صدیق احمد ؛ اور لقب خلیفہ صاحب ہے اسی لقب سے آپ زیادہ مشہور بھی ہیں گویا کہ یہ ایک طرح سے آپ کے نام کا علم ہو کر رہ گیا ۔

حضورشعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں بہت پہلے آپ کو سجادہ نشین بنا کر خانقاہ فیض الرسول اور دارالعلوم فیض الرسول دونوں کا بوجھ آپ کے توانا مضبوط کاندھے پہ ڈال کر اس بات کا مشاہدہ اور اطمینان کرلیا کہ میرے بعد بھی خلیفہ صاحب اس بار گراں کو یوں ہی اٹھائے رہیں گے

حضورشعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان نے ابتداء ہی سے انھیں سخت نفس کشی کا عادی بنا دیا تھا ۔ حضور مظہر شعیب الاولیاء حضرت خلیفہ صاحب قبلہ نے آپ کی پاکیزہ مشن حب رسول کی تبلیغ وخدمات دین متین اور آندھیوں کی زد پر جلائے ہوئے چراغ محبت کو بجھنا تو درکنار اس کی لو بھی مدھم ہونے نہیں دیا

چنانچہ آج دنیا کھلی ہوئی آنکھوں سے" خانقاہ فیض الرسول اور دارالعلوم فیض الرسول" کے جلوں کا تماشہ دیکھ رہی ہے

پیر طریقت ۔ رہبر راہ شریعت ۔ یادگار سلف ۔ مجاہد سنیت ۔ دودمان چشتیت حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد صدیق احمد صاحب قبلہ نے ہر میدان میں اپنی انفرادیت کا سکہ بٹھا دیا اور اپنے مرشد کریم والد ماجد کی ہر ۔ روایات کو اپنے دل کی دھڑکن بنایا اور محبت وکار کردگی کی ساری محفلوں کو آباد رکھا ۔

بیشمار گران قدر مصروفیات کے باوجود حضور خلیفہ صاحب قبلہ کے اوراد و وظائف واذکار ۔ عبادت ۔ معاملات ۔ رشد و ہدایت ۔ حسن اخلاق ۔ خدمت خلق ۔ اشاعت سنیت ۔ حب رسول کی تبلیغ ۔ نماز باجماعت کی پابندی ۔ غربا پروری ۔ مہمان نوازی وغیرہ

میں کبھی کچھ کمی ۔بے توجہی ۔وعدم ادائیگی نہ ہوئی بحمدہ تعالیٰ یہ آپ کے نمایاں اوصاف تھے ۔آپ کی فیاضی ۔علماء نوازی کی مثال فی زمانہ مشکل ہے ۔عطاو بخشش جیسے ان کے در کی کنیز ہو ۔سخاوت کا لفظ تو بہت بولا اور سنا جاتا ہے اسے محسوس پیکر میں دیکھنا ہو تو براون شریف تقریبات عرس میں تشریف لے جائیں ۔اور اپنے ماتھے کی نگاہ سے مشاہدہ فرمائیں۔

اسی مجاہد سنیت ۔سراپا خیر و برکت کے والد ماجد قبلہ کے عرس مبارک 22/ محرم الحرام 1447ھ کے حسین موقع پر زینت قرطاس وقلم ادیب عصر نبیرہ مظہر شعیب الاولیاء حضرت علامہ محمد افسر علوی صاحب قبلہ چیف ایڈیٹر پیام شعیب الاولیاء۔۔۔۔

بانی فیض الرسول ومظہر شعیب الاولیاء ومشائخین عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ کرم نواز میں عشق ومحبت کا حسین گلدستہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں فقیر قادری فیضی آپ کی اس عظیم انقلابی کارنامے پہ مبارکباد کا پیغام پیش کر رہا ہے یقینا آپ نے خانقاہ فیض الرسول کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے اللہ رب العزۃ شرف قبولیت عطا فرمائے آمین 28.06.2025

حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کی اہلیہ بڑی بی حجن صاحبہ

تحریر : مفتی محمد شعیب رضا نظامی فیضی
استاذ : جامعہ رضویہ اہل سنت گولا بازار
وقاضی شہر گولا بازار ضلع گورکھ پور یو۔ پی۔

شمالی مشرقی ہندستان میں نیپال بارڈر سے متصل دونوں جانب کے ترائی علاقہ میں جس عظیم ذات بابرکات نے مذہب اسلام کی تبلیغ واشاعت اور مسلک حقہ اہل سنت والجماعت المعروف بہ 'مسلک اعلیٰ حضرت' کو فروغ دینے کا کارنامہ سرانجام دیا انھیں شیخ المشائخ، سرکار شعیب الاولیاء الشاہ صوفی محمد یار علی لقد رضی المولیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس علاقہ میں بدمذہبیت کی روک تھام کئی ایک جہات سے کی؛ مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچار و پرسار ہو یا تصوف وسلوک کی پرخار وادیوں کا سفر، علماے حقہ کو بلا کر ان سے بدمذہبوں کا رد بلیغ کرانا ہو یا خود کے جیب سے مناظراتی مقدمات کے اخراجات کا بار گراں اٹھانا، اپنی اولاد کو دین متین کی تبلیغ واشاعت کے میدان کا شہسوار بنانا ہو یا ایک جہان کے تشنگان علوم وفنون کی پیاس بجھا کر دین وملت اور ناموس رسالت کی حفاظت وصیانت کی خاطر ناقابل شکست محافظین پیدا کرنے کا خوب صورت کارخانہ ''دارالعلوم فیض الرسول'' کا قیام، غرض کہ آپ نے ہر جہات سے مسلک اعلیٰ حضرت کی تحفظ و بقا اور بدمذہبیت کا قلع قمع کرنے کے اسباب مہیا کرانے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔

یہ وہ نمایاں اور عظیم کارنامے ہیں جن کی بنا پر زمانہ آپ کو 'شیخ المشائخ' اور 'شعیب الاولیاء' جیسے القابات یاد کرنے پر مجبور ہو گیا اور وقت کے بڑے بڑے نامور و مقتدر علما و مشائخ کی جماعت نے آپ کے فضائل و کرامات اور عظمت و بزرگی کا خطبہ پڑھا اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک آپ کا چرچا ہوتا رہے گا۔

دنیا کی عظیم اور قابل قدر شخصیتوں کا طور وطریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے فضل وکمال سے نہ صرف خود کی دنیا و آخرت سنوارتے ہیں بلکہ اپنے قریب آنے والے ہر کہتر ومہتر کو ایسا بافیض بنا دیتے ہیں کہ جس سے ایک زمانہ مستفیض ہونے لگتا ہے۔

حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات مبارکہ کے اس پہلو پر نظر ڈالنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ آپ نے جہاں ایک طرف براہ راست درجنوں علما و مشائخ تک کی زندگیوں کو نیا موڑ، نئی راہ اور نیا مقصد عطا فرمایا اور بالواسطہ دین متین کے ہزارہا ہزار محافظ پیدا کیا اور کر رہے ہیں، وہیں دوسری طرف دنیا کو سیدی بابو میاں علیہ الرحمہ جیسا مادر زاد ولی تو خلیفہ صاحب علیہ الرحمہ جیسا عظیم صوفی بزرگ اور مفکر اسلام علامہ علوی میاں دامت برکاتہم جیسا علوم و فنون کا بحر بیکراں عطا فرمایا، علامہ غلام عبد القادر چشتی رحمہ اللہ جیسا بہترین مدبر تو مختار الاولیاء جیسا مقبول زمانہ پیر دیا۔ مگر ان سب کے علاوہ بھی دو شخصیتیں رہی ہیں جنھوں نے اولاً تو حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کی نگاہ کیمیا اثر سے اپنی مثالی شخصیت کی تعمیر کی پھر خود بھی ایسی بافیض بن گئیں کہ مذکورہ بالا تمام تر شخصیات کی تعلیم وتربیت اور تعمیر وترقی کے اسباب مہیا کرائیں؛ اول رفیقہ اہل

سنت بڑی بی حجن صاحبہ اور دوسری مخدومہ اہل سنت صاحبہ رحمہما اللہ رحمۃً واسعۃً۔

یہ دونوں قابل قدر خواتین حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کی مقدس بیویاں ہیں۔ دونوں ہی نہایت نیک و پاکیزہ سیرت وطبعیت کی مالکہ خاتون رہی ہیں۔ فی الحال اول الذکر بڑی بی حجن صاحبہ رحمہا اللہ کے حالات وخدمات رقم کیئے جارہے ہیں، ان شاء اللہ دوسری قسط میں ثانی الذکر یعنی مخدومہ اہل سنت رحمہا اللہ کی حیات وخدمات کا تذکرہ کیا جائے گا۔

آپ کا نام خدیجہ بی علویہ تھا، موضع اسنگواں تھانہ گولہورا، تحصیل بانسی ضلع سدھارتھ نگر (قدیم بستی) کی رہنے والی ایک باحیاء، عزت دار اور پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں، حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کی زوجیت میں آنے والی آپ پہلی خاتون تھیں اور جب تک زندگی نے وفا کی آپ ہر لمحہ ہر آن اور ہر موڑ پر حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت گزاری اور اطاعت اور فرمانبرداری کرتی رہیں، تقوی وطہارت میں بے مثال تھیں اور امور خانہ داری میں باکمال۔ آپ ایک طرف تو خاوند کی مطیع وفرمانبردار بیوی تھی تو دوسری طرف بچوں کی مشفق ومہربان ماں، ایک جانب تو آپ اپنے بچوں کو راہ راست پر چلانے والی اولین درسگاہ بنی ہوئی تھیں تو دوسری جانب اپنے شوہر نامدار کے ساتھ قرب وجوار کے علاقوں میں جا کر بنی نوع انسان کی صنف آخر کی اصلاح وارشاد اور تبلیغ دین متین کی خدمات انجام دینے والی مبلغہ اور داعیہ۔

تقوی و پرہیزگاری:

آپ ایک متقی، پرہیزگار اور دیندار خاتون تھیں، نماز وروزہ کی مکمل پابندی کے ساتھ قرآن مقدس کی تلاوت اور دیگر اوراد و وظائف آپ کی زندگی کے معمولات میں شامل تھے۔ اور یہی نہیں کہ آپ صرف خود صاحب تقویٰ وطہارت تھیں بلکہ دوسری خواتین کو بھی نماز، روزہ اور تقویٰ و پرہیزگاری کی تاکید کیا کرتی تھیں، چنانچہ بیراگی گاؤں کے جناب لائق علی علوی کی دختر عائشہ بانو علویہ کا بیان ہے کہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ جب کبھی آپ بیراگی گاؤں میں تشریف لاتیں تو خواتین اور ہم چھوٹی بچیوں کو نماز و روزہ کی تلقین کرتیں، وعظ ونصیحت فرماتیں، جو کچھ بھی کہتیں چہرے پر مسکراہٹ کے آثار ظاہر ہوتے، کبھی ہم سے ناراض نہ ہوتیں۔

خاوند کی اطاعت گزاری:

ایک عورت کی عائلی زندگی میں اولین فریضہ اس کے خاوند سے متعلق ہوتا ہے کہ اسے اپنے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری بہر صورت کرنی لازم ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا" (ترمذی شریف ج ۲، ص ۳۸۶، حدیث نمبر ۱۱۶۲) یعنی اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ مطلب یہ ہوا کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا بقصد عبادت کفر ہے اور بقصد تعظیم حرام ہے۔ اگر اللہ کی جانب سے کسی کو سجدہ تعظیمی کرنے کی اجازت ملتی تو وہ عورتوں کو ملتی کہ وہ اپنے شوہر کو تعظیماً سجدہ کریں مگر انھیں بھی اجازت نہیں ہے۔ پھر بھی اس بیان کا مقصد عورتوں کو یہ تعلیم دینا ہے کہ تم اپنے شوہر کے سامنے تعظیماً اپنے سر کو سجدہ ریز تو نہیں کرسکتی مگر اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں سر تسلیم خم ضرور کرسکتی ہو اس لیے میرا حکم ہے کہ تم اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہر ممکن کوشش کرو۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں بڑی بی جحن صاحبہ کی زندگی کو ملاحظہ کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے کہ آپ رسول کریم ﷺ کے اس فرمان عالیشان کی جیتی جاگتی تصویر تھیں؛ آپ نے تاحیات اپنے خاوند حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کی اطاعت گزاری میں کوئی کسر نہ چھوڑی؛ خاوند کا حکم اٹھنے کا ملا تو فوراً کھڑی ہوگئیں، بیٹھنے کا حکم آیا تو بیٹھ گئیں، چلنے کا حکم ملا تو ٹھہری نہیں اور رکنے کا حکم ملا تو قدم آگے نہ بڑھایا، حتیٰ کہ اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کا حکم بھی مل گیا تو سر تسلیم فوراً خم کر دیا۔

چنانچہ ایک بار حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے پیر و مرشد عارف باللہ حضرت شاہ صوفی محبوب علی قادری علیہ الرحمہ ڈھلمو شریف کے عم محترم حضرت شاہ مخدوم عبد الرحمن علیہ الرحمہ کے مزار پاک پر حاضری دینے موضع رتن پور پہنچے، جو اٹوا تھانے سے تقریبا 10 کلومیٹر کی دوری پر واقع موضع پٹکھولی سے متصل ایک گاؤں ہے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت والا کے مزار پاک کی حالت نہایت خستہ ہے، یہ دیکھ کر آپ کو شدید تکلیف ہوئی اور ہوتی بھی کیوں نہ کہ آپ کو اپنے پیر و مرشد اور ان سے جڑی ایک ادنیٰ چیز سے بھی قلبی لگاؤ تھا اور یہ تو پھر پیر و مرشد کے مرشد گرامی اور چچا جان کا مزار پاک تھا، خیر آپ واپس براؤں شریف لوٹے تو بڑی بی جحن صاحبہ سے کہا: اپنے ناک کی نتھی (سونے کا زیور) مجھے دے دو! حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کا حکم پاتے ہی آپ نے اپنی ناک سے نتھنی اتاری اور حضرت کے حوالے کر دیا، یہ بھی نہیں پوچھنا مناسب سمجھا کہ آخر آپ نتھنی کا کیا کریں گے؟ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کی نتھنی بیچ کر اترولہ ضلع بلرام پور سے اینٹیں منگوائی اور مزار پاک کی مرمت کروا کر ارد گرد چہار دیواری تعمیر کرا دی۔ حالانکہ بعد میں وہ چہار دیواری قریب میں بہنے والی دریاے راپتی کی زد میں آگئی، بیان کیا جاتا ہے کہ صاحب مزار علیہ الرحمہ کو وہ جگہ پسند نہ تھی اس لیے ان کے مزار پاک کے نشانات بھی مٹ گئے۔ (سوانح مظہر شعیب الاولیاء: ص ۲۶،۲۷)

اسی طرح کا ایک واقعہ اور ہے جس سے آپ کی ایثار و قربانی اور اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت ملتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

۴۲۴ھ میں احقاق حق و ابطال باطل کے لیے سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ نے راجہ سہیل دیو سے جنگ لڑی تھی، اس جنگ میں بہرائچ کے مغربی و شمالی گوشے پر نواب گنج، نانپارہ کے علاقے میں پیر بتنی شریف کے مقام پر حضرت سیدنا میر حسن عرب شاہ رحمۃ اللہ علیہ راجہ چردا سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے اور وہیں مدفون تھے، آپ کے مزار پاک کے ظاہری نشانات تو مٹ چکے تھے لیکن آپ کی قبر جس کھیت میں تھی اس کھیت سے ہمیشہ خوشبو پھیلا کرتی تھی، ایک بار حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان نانپارہ میں حاجی ضیاء اللہ صاحب کے یہاں تشریف لے گئے اور وہاں سے بیراگی گاؤں، پھر پیر بتنی شریف پہنچے، جب آپ وہاں پہنچے تو دکھن کی جانب جہاں نیم کا پیڑ لگا ہے وہیں سے انگوٹھے اور ایڑی کے بل چلنے لگے، لوگوں نے انگوٹھے کے بل چلنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ شہدا کی خون جا بجا نظر آ رہی ہے، اس لیے انگوٹھے اور ایڑی کے بل چل رہا ہوں۔

مزار پاک کی نشاندہی کرنے کے بعد آپ نے 40 دن تک پیر بتنی شریف میں قیام کیا اور حضرت میر حسن عرب شاہ رحمۃ

اللہ علیہ سے خانقاہ کی سنگ بنیاد ڈالنے کی اجازت مانگی، جب اجازت مل گئی تو بڑی بی جحن صاحبہ رحمہا اللہ کے پاس واپس لوٹے اور آپ سے فرمایا : تمہارے پاس جو زیورات ہیں اس کا کیا کروگی؟ دنیا کی زیب و زینت سے بڑھ کر آخرت کی آرائش ہے جس کے لیے دوام وثبات ہے، اگر چاہو تو اسے مجھے دے دو میں اسے بیچ کر ایک شہید مردِ حق آگاہ کا آستانہ تعمیر کروادوں؟ جن کی نظر کرم سے دنیا وآخرت میں بھلا ہوتا ہے، یہ شہید راہ محبت کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت ہو جائے گا۔ ایک اللہ والے کی زوجیت میں رہنے کا کمال اور ان کی تربیت خاص کا اثر تھا کہ آپ نے بخوشی سارے زیورات آپ کے حوالے کر دیا اور بلا تردد عرض کیا : یہ کیا چیز ہے، آپ کے حکم کے آگے سب کچھ نچھاور ہے، جس میں آپ کی خوشی ہو اس میں میری بھی خوشی ہے۔ بارگاہ مولیٰ اور شہید مردِ حق آگاہ کی بارگاہ میں یہ نذرانہ عقیدت قبول ہو جائے تو اس سے بڑی سعادت و نیک بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان نے بیوی کی دریا دلی وفیاضی دیکھ کر دعاؤں سے نوازا اور شہید برحق کی بارگاہ سے ملنے والے انعام واکرام کی بشارت سنائی اس کے بعد سارے زیورات بیچ کر خانقاہ کی تعمیر کا آغاز کر دیا، بعد میں دیگر مسلمانان اہل سنت اور عقیدت مندان نے بھی اس میں حصہ لیا اور یوں پیر بتنی شریف کی درگاہ کی تعمیر مکمل ہوئی۔

(بحوالہ سیرت شعیب الاولیاء)

مذکورہ بالا دونوں واقعات سے ایک طرف جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ بڑی بی جحن صاحبہ علیہا الرحمہ اپنے خاوند کی کس قدر مطیع و فرمانبردار تھیں، وہیں دوسری جانب یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ رسول کی رضا جوئی کے لیے اپنا سب کچھ نثاور کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتی تھیں۔

سخاوت و قناعت:

حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان ہمیشہ فرمایا کرتے تھے" : طمع نہ کرو، منع نہ کرو، جمع نہ کرو" یعنی کبھی کسی چیز کی حسد ولالچ نہ کرو، کوئی چیز اگر تمھیں تحفے میں ملے تو انکار بھی نہ کرو اور جب کوئی چیز تمھیں مل جائے تو اسے اپنے پاس ذخیرہ نہ کرلو بلکہ ضرورت مندوں میں تقسیم کردو۔ اور ایک کامیاب زندگی کا دستور بھی یہی ہے کہ صبر وشکر اور قناعت سخاوت کے دامن سے وابستگی اختیار کرلی جائے کہ جس سے حسد وجلن، بغض وکینہ، کبر ونخوت اور کذب بیانی وعہد شکنی جیسے تمام برائیوں سے نجات مل جاتی ہے۔

مذکورہ قول وفعل کے تناظر میں اگر بڑی بی جحن صاحبہ علیہا الرحمہ کی زندگی کو دیکھا جائے تو یہ بات عیاں و بیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس فرمان کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال نہ دیا بلکہ اس پر مکمل عمل پیرا ہوگئیں اور صبر وشکر اور قناعت وسخاوت کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنالیا۔

چنانچہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان جب اپنا سب کچھ غریبوں، فقیروں اور ضرورت مندوں میں بانٹ دیتے اور گھر میں کچھ مال ومتاع نہ بچتا تو آپ اپنے خاوند کے ساتھ صبر کی پیکر بن جاتیں اور پھر جب اللہ رب العزت نواز دیتا تو اس کی شکر گزاری میں کوئی کسر باقی نہ رکھتیں اور دست سخاوت کو دراز کر دیتی تھیں، جیسا کہ سوانح مظہر شعیب الاولیاء کے مؤلف حضرت علامہ مفتی ابو طالب نوری فیضی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی دینداری اور سخاوت خاندان بھر میں مشہور تھی، ہمیشہ غریب اور

پریشان عورتیں آپ کے پاس آ کر اپنا دکھ اور درد بیان کرتیں، آپ ان کی باتیں سن کر ان کی تکلیف دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں، مجبور ولاچار عورتیں روتی ہوئی آتیں اور ہنستی ہوئی جاتیں۔'' (سوانح مظہر شعیب الاولیاء : ص ۲۶)

اس کے علاوہ آپ کی سخاوت کے دواعلیٰ نمونے گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کس طرح حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کے صرف ایک بار کہنے پر اپ نے بلا تأمل اپنے تمام زیورات راہ خدا میں ہبہ کر دی۔

دوولیوں کی ماں:

ویسے تو آپ کے شکم پاک سے پیدا ہونے والی سبھی اولاد حسن اخلاق و کردار، تقویٰ و پرہیز گاری، امانت و دیانت داری کے پیکر وخوگر تھے، مگر ان میں سے دو حضرات وقت کے عظیم اور صاحب کشف وکرامت ولی گزرے ہیں؛ ایک تو مظہر و جانشین شعیب الاولیاء حضرت علامہ الحاج شاہ صوفی محمد صدیق احمد قادری چشتی علوی علیہ الرحمہ المعروف بہ خلیفہ صاحب اور دوسرے آپ کے لاڈلے صاحبزادے اور مادرزاد ولی سیدی احمد رضا عرف بابو میاں علیہ الرحمہ جن کا انتقال تو ایام طفولیت میں ہی ہو گیا تھا مگر ان کی ولایت کا چرچا ان کی پیدائش سے قبل وبعد اور آج تک جاری ہے اور ان کی روحانیت کے فیض کا دریا آج بھی رواں ہے۔

ولایت کے کسبی وعطائی ہونے کے مسئلہ سے قطع نظر اگر دیکھا جائے تو کسی خاتون کے شکم سے پیدا ہونے والا شخص اپنی عبادت وریاضت، تقویٰ و پرہیز گاری، مراقبہ ومجاہدہ کے ذریعہ اللہ کا ولی بن جائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے ولی بننے میں اس کے والدین کی کارفرمائیاں شامل نہ ہوں، مگر جو ذات اپنی ماں کے پیٹ سے ہی اللہ کا ولی بن کر پیدا ہوا اس کے منصب ولایت پر فائز ہونے میں اس کے باپ کی پاکیزہ خمیر اور اس کی ماں کے تقویٰ وطہارت کا عمل دخل ضرور ہونا چاہیے، یہ اور بات ہے کہ ولایت کسبی نہیں ہوتی بلکہ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

آپ کے دیگر صاحبزادگان کی زندگی دیکھنے کے بعد آپ کی پرورش کی خوبیوں کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اسلام وسنت اور حسن اخلاق و کردار کی تعلیم وتربیت اپنے بچوں کو کس طرح دی تھی کہ مذکورہ دونوں ولیوں کے علاوہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولوی صوفی محمد یعقوب علی علیہ الرحمہ دین وملت کے مبلغ اور مستجاب الدعوات عامل کامل تھے، حضرت مولوی محمد فاروق احمد صاحب علیہ الرحمہ ایک مدبر اور بہترین سوجھ بوجھ رکھنے والے عالم تھے، جنھوں نے پوری زندگی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کی نظامت کے فرائض انجام دیئے اور اسی طرح آپ کے صاحبزادے حضرت مولوی علی حسین علیہ الرحمہ ایک درویش صفت انسان تھے۔

حاصل کلام یہ کہ بڑی بی جحن صاحبہ۔ رحمہا اللہ۔ اللہ کی نیک بندی اور تقویٰ شعار ووفادار خاتون تھیں۔ اللہ جل وعلا آپ کی تربت پاک کو بقعہ نور بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علم غیب ذاتی کی نفی کو

عطائی سے تعبیر ایک احمقانہ چال ہے!!!

از:-محمد ارشد رضا امجدی فیضی
ممبر آف علماء فاؤنڈیشن نیپال ضلع نول پراسی نیپال

کچھ گروہ وہابیہ سے تعلق رکھنے والے یتیم العلم وعدیم الفہم افراد اس آیت کریمہ کو پڑھ کر خالص مسلمانوں کے مزاج کو پلید اور ذہن میں وسوسے ڈال رہے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ-وَ لَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَا سۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ-وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ-اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ (سورۃ الأعراف، آیت :۱۸۸)

تم فرماو میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کو بنیاد بنا کر کہتے ہیں کہ : دیکھیے اس میں صاف و واضح طور پر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اختیار ہے نہ غیب کا علم ہے۔اب اس آیت کریمہ کو سمجھتے ہیں قرآن وسنت واقوالِ اسلاف سے کہ اس آیت کریمہ کا مقصد و مطلب کیا ہے

قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ : تم فرماو، میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں حضورِ اقدس ﷺ کو کمال درجے کی عاجزی، عظمتِ الٰہی اور عقیدہ توحید کے اظہار کا حکم فرمایا گیا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے پاس جو قدرت و اختیار اور علم ہے خواہ اپنی ذات کے متعلق یا دوسروں کے بارے میں، یونہی دنیاوی چیزوں کے بارے میں یا قیامت، آخرت اور جنت کے بارے میں وہ تمام کا تمام اللہ عزوجل کی عطا سے ہے لہٰذا حضورِ اقدس ﷺ کا اولین و آخرین سے افضل ہونا، دنیا و آخرت کے امور میں تصرُّف فرمانا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو شفا عطا فرمانا بلکہ جنت عطا فرمانا، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرنا، چاند کو شق کرنا، ڈوبے سورج کو لوٹانا وغیرہا جتنی چیزیں ہیں سب اللہ عزوجل کے چاہنے سے ہیں۔

اب رہی یہ والی عبارت کہ :وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ :اور اگر میں غیب جان لیا کرتا۔اس آیتِ مبارکہ میں علمِ غیب کی نفی کی علماء کرام نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ان میں سے چار توجیہات درج ذیل ہیں جنہیں امام اہلسنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے نبی کریم ﷺ کے علوم کے بیان پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب انبَاءُ الحَیّ انَّ کَلَامَہُ المَصُونَ تِبیَانٌ لِّکُلِّ شَیْءٍ (اللہ تعالیٰ کا کلام قرآنِ مجید ہر چیز کا روشن بیان ہے) میں بیان فرمایا ہے۔

اس آیت کریمہ میں علمِ عطائی کی نفی نہیں ہو رہی ہے بلکہ علمِ ذاتی کی نفی ہے۔ جو کہ ان ناپاک خیال سے متصف خبیثوں کو یہ بات نہیں سمجھ آتی!!! امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غیوب پر مطلع فرمایا اور آئندہ ہونے والے واقعات سے باخبر کیا۔ اس باب میں احادیث کا وہ بحرِ ذخار ہے کہ کوئی اس کی گہرائی جان ہی نہیں سکتا اور نہ اس کا پانی ختم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات میں سے یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو یقین اور وثوق سے معلوم ہے اور ہم تک اس کی خبریں مُتواتر طریقے سے کثرت سے پہنچی ہیں اور غیب پر اطلاع ہونے پر ان احادیث کے معانی و مطالب آپس میں متحد ہیں۔ (شفاء شریف، فصل ومن ذلك ما اطلع عليه من الغيوب وما يكون، ص ۳۳۵-۳۳۶، الجزء الاول)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''یہ وضاحت ان قرآنی آیات کے منافی نہیں جن میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی غیب نہیں جانتا اور اس آیتِ کریمہ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ میں کسی واسطے کے بغیر (یعنی علمِ ذاتی) کی نفی کی گئی ہے البتہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غیب پر مطلع ہونا ثابت ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ(۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۃ الجن، آیت ۲۶-۲۷) یعنی غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (نسیم الریاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعظم۔۔۔الخ فصل فیما اطلع علیہ من الغیوب وما یکون، ۴ / ۱۴۹)

یہ کلام انتہائی ادب وکمال وتواضع وانکساری کے طور پر ہے دیکھیے!!! علامہ علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''اس آیت میں اس بات کا احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ کلام تواضع اور ادب کے طور پر فرمایا ہو اور مطلب یہ ہے کہ میں غیب نہیں جانتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی مجھے اطلاع دی اور جو میرے لئے مقرر فرمایا میں صرف اسی کو جانتا ہوں۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۸، ۲ / ۱۶۷)

اس آیت کے تحت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ تو میں بہت سی بھلائی جمع کر لیتا۔

''بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی، تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور برائیوں سے تنگی و تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کر لینا ہو اور برائی سے بد بخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا تو حاصل کلام یہ ہو گا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو

اے منافقین و کافرین! تمہیں سب کو مومن کر ڈالتا اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔(خزائن العرفان، الاعراف، تحت الآیۃ ۱۸۸: ص ۳۳۰)

غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے سے متعلق اہم کلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”علمِ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہونا بے شک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ اور اس سے مراد وہی علمِ ذاتی اور علمِ محیط (یعنی ہر چیز کا علم) ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت اور اس سے مخصوص ہیں۔ علمِ عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو اور علمِ غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع ہو اور بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزوجل کے لیے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔ اور اللہ عزوجل کی عطا سے علومِ غیب غیر محیط کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔(فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۴۳۸-۴۳۹، ملخصاً)

ذیل میں مذکور آیت کریمہ کو سنا کر کچھ اجہل قسم کے لوگ سادہ لوح سنی مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ یعنی تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ کہتے ہیں دیکھو خود حضور ﷺ کو خبر نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا یہ آیت واضح طور پر غیب کی نفی کر رہی ہے!!!

جیسا کہ حضرت عکرمہ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اسے سورہ فتح کی اس آیت ”اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًاۙ(۱) لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ۔۔۔الایۃ“ نے منسوخ کر دیا ہے۔(تفسیر طبری، الاحقاف، تحت الآیۃ ۹: ۱۱/ ۲۷۶) حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: آیت کریمہ ”وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ“ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات ”لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ“ اور ”لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ۔۔۔الایۃ“ نازل فرمائیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بتا دیا کہ وہ آپ کے ساتھ اور ایمان والوں کے ساتھ (آخرت میں) کیا معاملہ فرمائے گا۔(در منثور، الاحقاف، تحت الآیۃ ۹: ۷/ ۴۳۵) علامہ علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات و عُزّیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد ﷺ کا یکساں حال ہے، انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں، اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کو بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرے گا (یہی حال آج کے وہابیہ دیابنہ کا ہے ہر ممکن ناپاک کوششوں میں منہمک رہتے ہیں کس طور پر جانِ ایمان ﷺ کی کمیاں نکالی جائے: العیاذ باللہ)۔ بہر حال اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ”لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا

تَاَخَّرَ ‘‘(فتح ۲:)

ترجمۂ کنزُ العِرفان : تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی : یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور کو مبارک ہو، آپ کو تو معلوم ہوگیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا ،اب یہ انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:’’ لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ‘‘(فتح ۵:)یعنی تاکہ وہ ایمان والے مَردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ساتھ اور آپ کی امت کے ساتھ پیش آنے والے امور پر مطلع فرمادیا ہے خواہ وہ دنیا کے امور ہوں یا آخرت کے اور حضور پُرنور سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کا ذاتی علم نہیں رکھتے اور جو کچھ جانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ رب قدیر ان گندے خیالات والے شریروں سے حفاظت فرما اور ہمارا خاتمہ ایمان پر نصیب فرما، تادم زیست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا پکا عاشق بن کر زندگی گزارنے کی توفیق رفیق عطاء فرما(آمین یارب العالمین وبجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

شعیب الاولیاء
ہادی محبت وعرفان

ازقلم : عارف ابن عبداللہ، سدھارنے نگر یوپی

اس عالم فانی میں روزانہ بے شمار انسان پیدا ہوتے ہیں اور بہت سے وفات پاجاتے ہیں، مگر ان کے آنے اور جانے سے دنیاوالوں پر کچھ خاص اثر نہیں پڑتا۔ البتہ کچھ مخصوص ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی رخصتی دلوں کو نڈھال کر دیتی ہے۔ وہ جو لوگوں کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف بلاتی ہیں، جن کے وجود سے انسانیت کو نئی زندگی ملتی ہے، جو مذہبِ محبت (یعنی مذہبِ اسلام) کی آبیاری کرتے ہوئے دین وشریعت کی روشنی پھیلاتی ہیں۔ ایسی ہستیاں ہر روز دنیا میں نہیں آتیں، بلکہ مدتوں بعد کسی خاص مشن کے لیے اس دارِفانی میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ انہی باوقار اور برگزیدہ شخصیات میں ایک عظیم نام حضور شعیب الاولیاء یارعلی نورہ اللہ مرقدہ کا ہے، جنھوں نے اپنی پوری زندگی مذہب ومسلک کی ترویج واشاعت کے لیے وقف کردی۔

سیدنا سرکار شعیب الاولیاء یارعلی قدس سرہ ان عبقری ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے دنیا سے بے رغبتی کی درخشاں مثال قائم کی۔ آپ صاحبِ زہد وتقویٰ تھے۔ منقول ہے کہ آپ نے چالیس برس تک نماز باجماعت مع تکبیرِ اولیٰ ترک نہ کی۔ آپ نے نہ صرف شریعت بلکہ طریقت کو بھی خالص انداز میں عام کیا، تبلیغِ اسلام کے فریضے کو خوب نبھایا، اور عشقِ رسالت ﷺ سے ہر دل کو سرشار کیا۔ یہ عظیم ہستی 1857ء میں اس دنیا میں تشریف لائی اور 1967ء میں وصال فرمایا۔ مختصر عرصہ ہی میں آپ نے اپنے عزم واستقامت، اور دینی خدمات کے ذریعے عالم اسلام میں اپنی پہچان قائم کرلی۔

آپ کی عظیم یادگار "دارالعلوم فیض الرسول" ہے، جو آج بھی علم وعرفان کے سوتے بہارہا ہے اور مذہب ومسلک کی زرخیز زمین کو سیراب کررہا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ آپ کا جاری کردہ ماہنامہ "فیض الرسول" بھی ہند وبیرونِ ہند دین متین کی خدمت میں مصروف ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر سمت عشق ووفا کے چراغ روشن کیے۔ واضح رہے کہ براوں شریف سدھارتھ نگر کی شہرت کا بنیادی سبب خانقاہ یارعلویہ ہی ہے۔ آپ کے سجادگان آج تک اس سرزمین کو عزت وافتخار کا لباس پہنارہے ہیں۔

اگر بوسہ برخاکِ مرداں زنی
بمردی کہ پیش آیدت روشنی

سیدنا سرکار شعیب الاولیاء رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو ہمیشہ یہی پیغام دیتے رہے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالے رکھیں، اور ان کا یہ پیغام ان کے کردار، گفتار اور افکار میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آپ کو مجددِ اعظم، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز سے گہری عقیدت تھی، اکثر ان کا ذکرِ خیر فرماتے، ان کی مدح کرتے۔ یہ بھی ایک تاریخی لطافت ہے کہ آپ نے اعلیٰ حضرت کا زمانہ پایا، اگرچہ ملاقات کے شواہد دستیاب نہیں۔

آپ کی شخصیت کا یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ آپ ہمیشہ حالات کی نزاکت، وقت کی اہمیت، اور اس کے تقاضوں سے آگاہی دیا کرتے، اور عزم واستقلال کے ساتھ کام کرنے کی تلقین فرماتے۔ اللہ کریم شیخ المشائخ کی خدمات عظیمہ کو قبول فرما کر حضرت کے درجات بلند فرمائے آمین الٰہی آمین بجاہ سید المرسلین

سو چالیس حرف ہے (کنزالایمان ص5)

سوال نمبر 12 وضو کرنے سے پہلے نیت کرنا کیسا ہے؟

جواب :اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں وضو میں نیت نہ کرنے کی عادت والا گنہگار ہوگا، اس میں نیت سنت مؤکدہ ہے (فتاویٰ رضویہ ج 4 ص616)

سوال نمبر 13 کس سورہ کے بارے میں آیا ہے کہ یہ ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے؟

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر اور سورہ کافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے (جامع ترمذی ج4 ص406)

سوال نمبر 14 عالم برزخ کیا ہے؟

جواب :دنیا اور آخرت کے بیچ ایک اور عالم ہے جس کو برزخ کہتے ہیں (بہار شریعت عالم برزخ ص26)

سوال نمبر 15 سب لوگ مجمع میں زور سے قران شریف پڑھیں یہ کیسا ہے؟

جواب :سب لوگ مجمع میں زور سے قران شریف پڑھیں یہ ناجائز ہے (جنتی زیور ص300)

سوال نمبر 16 وہ کون شخص ہے کہ جس نے آیت سجدہ سنی مگر اس پہ سجدہ تلاوت واجب نہیں؟

جواب : حائضہ نے آیت سجدہ سنی تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں (فتاویٰ عالمگیری ج1 ص32)

سوال نمبر 17 کسی کافر کو شہید یا مرحوم کہنا کیسا ہے؟

جواب : کافر کو شہید یا مرحوم کہنا کفر ہے، شہید یا مرحوم کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے (فتاویٰ شارح بخاری ج2 ص445)

سوال نمبر 18 زیادہ ہنسنے کے کتنے نقصان ہے؟

جواب : نقصان دو ہے 1۔ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے 2۔ چہرے کا نور برباد و غارت ہو جاتا ہے (جواہر الحدیث ص95)

سوال نمبر 19 طہارت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب : دو قسمیں صغریٰ اور کبریٰ ۔طہارت صغریٰ وضو ہے اور طہارت کبریٰ غسل ہے (بہار شریعت ج1 ح 2 ص8)

سوال نمبر 20 نماز پنجگانہ کی کتنی رکعت سنتیں، سنت مؤکدہ ہے؟

جواب : نماز پنجگانہ کی بارہ رکعت سنتیں، سنت مؤکدہ ہے، فجر 2 رکعت ۔ظہر کی چار رکعت فرض سے پہلے اور دو رکعت فرض کے بعد سنتیں ۔اور مغرب کی دو رکعت اور عشاء کی دو رکعت (جنتی زیور ص210)

سوال نمبر 21 اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے کتنے سال پہلے فرشتوں کو آسمان پر بسایا؟

جواب :اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ساٹھ ہزار سال پہلے فرشتوں کو آسمان پر بسایا (تفسیر نعیمی ج 1 ص 279)

سوال نمبر 22 اللہ تعالیٰ نے جنوں کو کس چیز سے پیدا کیا؟

جواب :اللہ تعالیٰ نے جنوں کو آگ سے پیدا کیا ان میں بعض کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہے بن جائیں (بہار شریعت ج 1 ص26)

سوال نمبر 23 بنی اسرائیل کے سب سے پہلے نبی کون ہیں؟

جواب : بنی اسرائیل کے سب سے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں (خازن ج1 ص294)

ذہنی آزمائش

از : نبیرہ شعیب الاولیاء وشہزادہ حضور چشتی میاں صاجزادہ محمد ارشد علوی قادری چشتی خانقاہ فیض الرسول براؤں شریف

سوال نمبر 1 عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب : مسلمان عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ وہ ذبح کرنا جانتی ہو (عرفانِ شریعت ص 12)

سوال نمبر 2 عید کی نماز پڑھنا کیا ہے؟

جواب : اسلامی شریعت میں عید کی نماز پڑھنا واجب ہے (بہار شریعت)

سوال نمبر 3 امام کے پیچھے مقتدی کو قرآت پڑھنا کیسا ہے؟

جواب : امام کے پیچھے مقتدی کو قرآت پڑھنا سخت منع ہے احادیث کریمہ میں اس کے تعلق سے سخت ممانعت اور وعید ہے (مومن کی نماز ص 95)

سوال نمبر 4 روح ڈالتے کے بعد آدم علیہ السلام کی زبان سے سب سے پہلا لفظ کیا نکلا تھا؟

جواب : جب روح ڈالی گئی تو آپ کو چھینک آگئی اور آپ کی زبان سے الحمدللہ نکلا (ہم سے پوچھیئے ص 14)

سوال نمبر 5 وضو سے پہلے مسواک کرنا کیسا ہے؟

جواب : وضو سے پہلے مسواک کرنا مستحب ہے (صحیح بخاری 245)

سوال نمبر 6 وہ کون ہے جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کی دعا کرتے؟

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی زکوٰۃ کا مال لیکر حاضر ہوتا تو آپ دعا کرتے (صحیح بخاری 1466)

سوال نمبر 7 کتنی چیزوں میں حصے داری کرنا جائز نہیں؟

جواب : تین چیزوں میں 1 کندھا 2 مسواک 3 خلال (مسائل شریعت ج 1 ص 234)

سوال نمبر 8 ہر آدمی کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟

جواب : ہر آدمی کے چار فرشتے ہوتے ہیں دو فرشتے دن اور دو فرشتے رات میں رہتے ہیں رات و دن کے اعمال کے دفتر علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں (تفسیر عزیزی پر 30 ص 30)

سوال نمبر 9 بندے کے اعمال رب تعالیٰ کے سامنے کس روز پیش کئے جاتے ہیں؟

جواب : حدیث : بندے کے اعمال رب تعالیٰ کے سامنے پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں (کیا آپ جانتے ہیں ص 558)

سوال نمبر 10 عاجزی کرنے والے کیلئے فرشتے کس چیز کی دعا کرتے ہیں؟

جواب : عاجزی کرنے والے کیلئے فرشتے بلندی کی دعا کرتے ہیں عاجزی کرنے والے بروز قیامت ممبروں پر بیٹھے ہوں گے (احیاء العلوم ج 3 ص 1001)

سوال نمبر 11 قرآن مجید کی کس سورہ کا نام رقیہ ہے؟

جواب : سورہ فاتحہ، اس سورت میں سات آیتیں ستائیس کلمے ایک

سوال نمبر 24 جو شخص جمعہ کے دن سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتا ہے اس کے لئے کیا ثواب ہے؟

جواب : جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر آنے والوں کا نام لکھتے ہیں ۔سب سے پہلے آنے والا اونٹ کی قربانی دینے والے کی طرح لکھا جاتا ہے (صحیح بخاری ج 2 ح929)

سوال نمبر 25 مسجد کی بجلی سے موبائل چارج کرنا کیسا ہے؟

جواب : مسجد کی بجلی سے موبائل چارج کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کہ یہ خلاف غرض واقف ہے جو کہ شرعاًنا جائز ہے (فتاویٰ رضویہ ج 2 ص455)

سوال نمبر 26 وضو کا بچا ہوا پانی پینے سے کتنی بیماریوں سے شفاء ہے؟

جواب : حدیث :وضو کا بچا ہوا پانی پینے سے ستر بیماریوں سے شفاء ہے (فتاویٰ رضویہ ج 4 ص575)

سوال نمبر 27 نماز میں امام کا لمبی قرآت کرنا کیسا ہے؟

جواب : نماز میں اتنی لمبی قرآت کہ عام نمازی رنجیدہ پریشان ہو پسندیدہ نہیں ہے بلکہ مکروہ وممنوع ہے (مشکوٰۃ باب القرات ص179)

سوال نمبر 28 زمین وآسمان کے ہر طبقے کی موٹائی کتنی ہے؟

جواب : زمین وآسمان کے ہر طبقے کی موٹائی پانچ سو برس کی راہ (مخزن معلومات ص92)

سوال نمبر 29 وہ کونسے صحابی ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ روایت بیان کی ہیں؟

جواب : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ روایت بیان کی ہیں جن کی تعداد 5374 ہیں (شارح جامع ترمذی ج 1 ص 91/90)

سوال نمبر 30 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز کے بارے میں فرمایا کہ اسلام کی زندگی ہے

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم اسلام کی زندگی ہے اور دین کا ستون ہے (برکات شریعت ص712)

آپ محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ محبوبِ خدا ہیں آپ محبوبِ رسول ﷺ
اے مرے صدیق پیارے آپ ہیں جنت کے پھول
آپ کا منگتا ہوں بھر دو خالی یہ کشکول ہے
ہو عطا سرکار مجھکو آپ کے قدموں کی دھول
شیشۂ دل کو مرے رشکِ ارم فرمائیے
سسکیاں لیتی ہیں آنکھیں اور یہ دل ہے ملول
کرتا ہوں رو کر دعائیں آپ کے فیضان کی
فیض جاری مجھ پہ کردو یہ دعا کرلو قبول
صدقہ عثمانی عطا ہو قرب خواجہ کا ملے
شاہ قطب الدین کا فیضان مجھ پر ہو نزول
ہو فرید الدیں نظام الدین کا ہم پر کرم
سایہ افگن میرے سر پر ہو سدا تاج الفحول
شہ نصیر الدیں کمال الدیں جمال الدین کا
ہو سر، برکت علی، پر انکے ہی قدموں کی دھول

برکت علی شاہ یار علوی دھولیہ

شعیب الاولیاء

غمزدوں کے غم مٹاتے ہیں شعیب الاولیاء
سوئی قسمت کو جگاتے ہیں شعیب الاولیاء
ہے کرم اللہ کا سایہ رسول اللہ ﷺ کا
بگڑی قسمت کو بناتے ہیں شعیب الاولیاء
خالی دامن کوئی نہ لوٹا وہ در ایسا ہے در
بھوکوں کو لقمہ کھلاتے ہیں شعیب الاولیاء
ہم غلاموں بے نواوں مفلسوں نادار کو
ہر مصیبت سے بچاتے ہیں شعیب الاولیاء
تھا محرم کا مہینہ بائسویں تاریخ تھی
سبکو روتا چھوڑ جاتے ہیں شعیب الاولیاء
ان کی ہے زندہ کرامت جامعہ فیض الرسول
علم کا شربت پلاتے ہیں شعیب الاولیاء
ہے عقیدہ میرا اے،، برکت علی،، مرشد مرے
بزم میں تشریف لاتے ہیں شعیب الاولیاء

برکت علی شاہ یار علوی دھولیہ

شعیب الاولیاء ایجوکیشن اینڈ سوشل ویلفیئر ٹرسٹ کے اغراض و مقاصد!

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!!

جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے کہ مذکورہ ٹرسٹ صوفی باصفا قطب الاسلام شیخ المشائخ بانی سلسلہ یارعلویہ و بانی دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براوں شریف حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد یار علی علوی المعروف بہ شعیب الاولیاء لقد رضی المولی عنہ کے مبارک و مسعود نام سے منسوب ہے۔ آپ کی دینی علمی فکری تعمیری خدمات ایک عرصے پر محیط ہے۔ نہ جانے کتنے گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔ اور تاحیات مسلک اعلیحضرت کی ترویج و اشاعت میں منہمک رہیں۔ اور نوجوانان اسلام کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک عظیم الشان ادارہ دینی قلعہ بنام" دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول" قوم کو عطا فرمایا ہے۔ لہذا آپ کے ہی نقش قدم پر چلتے ہوئے خانوادہ یارعلویہ کے چشم و چراغ نبیرہ حضور شعیب الاولیاء و شہزادہ حضور چشتی میاں حضرت علامہ حافظ و قاری محمد افسر علوی قادری چشتی صاحب قبلہ اطال عمرہ نے خدمت خلق کے جذبے کے تحت شعیب الاولیاء ایجوکیشن اینڈ سوشل ویلفیئر ٹرسٹ کا قیام کو قائم فرمایا۔

قارئین کرام : زندگی اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہے اور اس نعمت کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خالق عالم کی رضا وخوشنودی کے لے اسے کے مرضی کے مطابق گزاری جائے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کیا جائیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق بھی، ایک شخص انفرادی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرتا ہے لیکن اللہ کے بندوں کے حق ادا کرنے کے لئے بعض اوقات انفرادی کوششیں کرتا ہے مگر یہ کافی نہیں ہوتیں بلکہ انتہائی کوششوں کا سہارا لینا پڑتا ہے اس تنظیم و ٹرسٹ کے اغراضِ و مقاصد میں سے اہم ترین مقاصد خدمت خلق اور اشاعت تعلیم ہیں۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر   خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

کسی بھی ادارے کے اغراض و مقاصد اس ادارے کی تعمیر و ترقی میں ہمیشہ بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں اور اپنے مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے کام کرنا کسی بھی ادارہ کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہوتی ہے۔

شعیب الاولیاء ایجوکیشن اینڈ سوشل ویلفیئر ٹرسٹ نے اپنے اغراض و مقاصد میں درج ذیل کچھ امور خصوصی طور پر شامل کئے ہیں۔

(1) دینی تعلیم و تربیت کے ذریعہ مسلمانوں اور ان کے بچوں کے عقائد کو مضبوط کرانا، عقائد اہلسنت و جماعت سے آگاہ کرانا تاکہ صحیح العقیدہ مسلمان بن سکیں۔ (۲) دینی و عصری تعلیم سے آراستہ و مزین کر کے مسلمان بچوں کو ملک ہندوستان کا مستقبل اور مفید شہری بنانا۔ (3) کتاب و سنت کی رہنمائی میں اسلام و مسلک اعلیحضرت کی اصل روح کے ساتھ طلباء و طالبات کو تعلیم کے ایسے نظام سے منسلک و مشترک مربوط کرنا جس کی وجہ سے بدمذہبیت کے شکار نہ ہوسکیں۔ (4) بچوں کے لئے نرسری اور ایل کے جی سے کالج و یونیورسٹی تک تعلیم کا مکمل بندوبست کرنا۔ (5) قرآن کریم کو اپنے تعلیم کی بنیاد بناتے ہوئے جدید طرز پر حفظ قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام کرنا۔ (6) دیہات اور پسماندہ علاقوں میں قرآن کریم کی تعلیم عام کرنے کے لئے مکاتیب قائم کرنا یا قائم شدہ کو مزید فعال و متحرک بنانا۔ (7) عربی اور انگریزی زبانوں کی اہمیت کو نظر میں رکھتے ہوئے دونوں زبانوں سے طالب علموں کو مانوس کرانا۔ (8) بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کے لئے معلمین و معلمات کی تربیت کا انتظام کرنا۔ (9) اسلام کی اشاعت کے لئے ضلعی سطح پر دینی علمی نشست اور علمی مذاکرات کا اہتمام کرنا۔ (10) مطالعہ کا ذوق و شوق پیدا کرنے کے لئے اور علمی استفادہ کے لئے لائبریری قائم کرنا۔ (11) باصلاحیت اور عقلمند طالب علم کے لئے اسکالرشپ فراہم کرانا (12) غریب اور یتیم طلبہ و طالبات کی تعلیمی کفالت کرنا۔ (13) یتیم غریب بچے اور بچیوں کو تعلیمی کتابیں، وظائف، اور لباس کی فراہمی و دیگر ضروریات کا بندوبست کرنا۔ (14) ٹرسٹ کے امدادی پیسہ کے ذریعہ مجبور اور مستحق لوگوں کی مالی تعاون کرنا۔ (15) مختلف اسپتالوں میں مستحق مریضوں کے لئے ادویات اور میڈیکل بلوں میں امداد فراہم کرنا۔ (16) غریب اور محتاجوں کے علاج کے لئے جگہ جگہ طبی مراکز قائم کرنا۔ (17) مستحق اور مجبور خواتین کے لئے ماہانہ وظائف کی فراہمی کا انتظام کرنا۔ (18) یتیم اور غریب بچیوں کی شادیوں میں امداد فراہم کرنا اور اجتماعی شادی کا اہتمام کرنا۔ (19) بچیوں کو ہنرمند بنانے کے لئے جگہ جگہ تعلیم و تربیت کے ساتھ سلائی سینٹرز قائم کرنا۔ (20) قدرتی آفات سے متاثرین کی امداد و زندگی کی بحالی کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا۔ (21) سیلاب کے موقع پر سیلاب زادگان کے لئے راحت و ریلیف کا کام کرنا۔ (22) صالح معاشرہ کے لئے ایسے افراد تیار کرنا جو دینی تعلیم کے ساتھ تزکیہ نفس اور اسلامی تربیت سے مزین ہوں۔ (23) پسماندہ علاقوں میں جہاں مسجد نہیں ہے یا قدیم مسجد ہے وہاں نئے مسجد کی تعمیر کروانا۔

ایک وقت تھا جب مستحق افراد انہیں سمجھا جاتا تھا جن کے پاس ملازمت نہ ہو کوئی ذریعہ معاش نہ ہو، کوئی عورت بیوہ ہوگئی ہو اور یتیم بچے جن کی نگہداشت کرنے والا کوئی نہ ہو صرف ایسے لوگوں کے لئے فلاحی ادارے کام کرتے تھے لیکن اب موجودہ حالات میں کم آمدنی والے سفید پوش کثیر العیال لوگ بھی اس زمرے میں آگئے ہیں کم آمدنی والے لوگ اپنی بچیوں کی شادی کیسے کرسکتے ہیں؟ اسلئے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ٹرسٹ کا دائرہ وسیع کیا جائے۔ **فجزا کم اللہ خیرا کثیرا**

نوٹ : اس ٹرسٹ سے جڑنے کے لئے رابطہ کریں۔ **7618871828**